مکالمہ و اتحاد بین المذاہب کی مذہبی بنیادیں

(امکانات، فوائد و تجاویز)

أسوۂ انبیاء اور کتب مقدسہ کے تناظر میں

تصنیف

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

مکتبہ یادگار شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانیؒ
آفس 162 سیکٹر L/8 اورنگی ٹاؤن کراچی۔

فون: 6659703، موبائل: 0300-2664793
Email: drsalahuddinsani@yahoo.com
ویب سائٹ: www.auicks.org

بین الملی یگانگت کی تعلیم سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں

٭ پروفیسر نسرین وسیم

یہ حقیقت ہے کہ اسلام امن کا داعی، صداقت کا علمبردار اور انسانیت کا پیغامبر ہے۔ اس کی نگاہ میں نوع انسانی کا ہر فرد مساوات و مرتبہ کا مستحق ہے۔ وہ رنگ و نسل کے عیوب سے پاک ہے۔ اسلام انسانیت کو سنوارنے کے لئے اس دنیا میں وارد ہوا ہے۔ مسلمانوں کا رب العالمین ہے۔ اس کا بڑا وصف یہ ہے کہ وہ رحمٰن و رحیم ہے۔ اس کے کلام کا سرعنوان ہی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے۔ اس کی پہلی سورۃ ہی بسم اللہ کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o سے شروع ہوتی ہے۔ اس کی تین سو سے زائد آیات میں اس کی صفت رحمت کا ذکر ہے۔ مسلمان اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والے ہیں، وہ رحیمی و کریمی سے انحراف اپنے ایمان میں نقصان سمجھتے ہیں، ان کا عقیدہ ہی یہ ہے کہ وہ دنیا کے لئے رحمت ہیں، اس لئے بھی کہ وہ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو ہیں۔

اسلام دین رحمت ہے، اس لئے کہ انسانیت کی تکمیل کے لئے جتنے فضائل اخلاق کی ضرورت ہوسکتی ہے، ان سب کی تعلیم ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی، اور ان پر خود عمل کر کے دکھایا، ایمان، تزکیہ نفس، زہد، تقویٰ، عفت، پاکبازی، دیانت داری، شرم، رحم، عدل، عہد کی پابندی، احسان، عفو و درگزر، خوداری، شجاعت، استقامت، حق گوئی، استغنا، محبت اور شفقت وغیرہ کی جو اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیمات ہوسکتی ہیں وہ آپ ﷺ کے ذریعہ ہم کو ملیں، اور جتنے رزائل ہوسکتے ہیں ان سب کی مذمت اور ممانعت کی گئی ہے، ان تعلیمات کے بعد یہ کہنے میں فخر

٭ صدر شعبہ اسلامیات گورنمنٹ اسلامیہ ڈگری سائنس آرٹس کامرس کالج برائے خواتین

ہوتا ہے کہ اسلام کا رب، رب المسلمین ہی نہیں، بلکہ رب العالمین ہے، اور اس کا رسول رحمۃ للمسلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رحمۃ اللعالمین ہے، اگر کوئی اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے گریز کرے تو یا تو اس کا یہ مذہبی تعصب ہے یا اسلام کی تعلیمات سے ناواقفیت اس کے بیچ میں حائل ہے یا وہ غلط رائے قائم کرنے کی منفیانہ ذہنیت میں مبتلا ہے۔"

"ہمارا اصلی مسلک تو یہ ہے کہ ہم انسانیت کو سنوارنے کے لئے اس دنیا میں ہیں، ہمارا رب، رب العالمین ہے، وہ توّاب ہے، وہ ذوالرحمہ ہے، خیرالرّ احمین ہے، وہ کریم ہے، وہ حلیم ہے، وہ حفیظ ہے، وہ ستار ہے، وہ غفار ہے، وہ ذوالجلال والاکرام ہے، ہم اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والے ہیں، تو پھر رحیمی، کریمی، حلیمی، ستاری سے انحراف کرنا اپنے ایمان میں خلل ڈالنا ہے، ہمارا عقیدہ یہ بھی ہے کہ ہم دنیا کے لئے رحمت اس لئے بھی ہیں کہ ہم رحمۃ للعالمین کے پیرو ہیں۔"

یورپ کے متعصب ناقدین روز روشن کی طرح آشکارا حقیقت کو کذب وافتراء کے روپ میں اسلام کی ایسی خودساختہ تصویر پیش کرتے ہیں کہ خونریزی، غارت گری اور بدامنی کا خونیں منظر نگاہ کے سامنے پھر جاتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بے پردہ اور برہنہ لونڈیوں کی قطاریں کھڑی ہیں۔ کہیں ٹوٹی ہوئی صلیبوں کے انبار دکھائی دیتے ہیں، کسی جگہ زنار کا ڈھیر دکھائی دیتا ہے۔ مندر ویران اور گرجے مسمار ہیں۔ نہ برہمن کو کہیں امن ہے نہ کلیسا کے راہب کے لئے امن، نہ عورتیں محفوظ ہیں نہ بچے مامون۔ کچھ قتل کر دیئے جاتے ہیں جو باقی بچ جاتے ہیں وہ ناک میں نکیل ڈلوائے حبشی سرداروں کے کوڑے کھاتے نخاس کی طرف گھسٹتے دکھائی دیتے ہیں، جہاں انسانیت عظمی دو ٹکوں میں فروخت کی جاتی ہے۔(۱)

عصر حاضر میں یگانگت کی ضرورت

اسلام کا بنیادی مقصد ایک ایسے عالمگیر معاشرہ کی تشکیل ہے جو روشن خیالی اور اعتدال پسندی کا مظہر ہو۔ جس کے افراد نہ صرف یہ کہ نیکوکار ہوں بلکہ نیکی اور بھلائی کے فروغ کے لئے کوشاں ہوں۔ بدی سے اجتناب کرتے ہوں اور دوسروں کو بھی برائی سے بچنے کی تلقین کرتے

ہوں۔ ایسے معاشرہ کے افراد جہاں کہیں بھی ہوں گے اور جس زمانے میں بھی ہوں گے ''خیر اُمت''یعنی اچھی امت کہلائیں گے اور ایسے افراد زمانے اور حالات کے تقاضوں کے پیش نظر جو نظام بھی اپنائیں گے وہ یقیناً اسلامی نظام ہوگا کیونکہ اس نظام کے اساسی اصول قرآن و سنت سے مستنبط ہوں گے اور نظام کو چلانے والے خود بھی قرآن و سنت (شریعت) کے پابند ہوں گے۔(۲)

قرآن کریم کہتا ہے دنیا میں کوئی مذہب بھی ایسا نہیں ہوا ہے جس نے ایک ہی دین پر اکھٹے رہنے اور تفرقہ و اختلاف سے بچنے کی تعلیم نہ دی ہو۔ سب کی تعلیم یہی تھی کہ اللہ تعالیٰ کا دین بچھڑے ہوئے انسانوں کو جمع کر دینے کے لئے ہے۔ الگ الگ کر دینے کے لئے نہیں ہے۔ پس ایک پروردگار عالم کی بندگی و نیاز میں سب متحد ہو جاؤ اور تفرقہ و مخاصمت کی جگہ باہمی محبت و یکجہتی کی راہ اختیار کرو۔

وَإِنَّ هٰذِهٖٓ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ أَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ۔ (۳)

اور دیکھو یہ تمہاری امت فی الحقیقت ایک ہی امت ہے اور میں تم سب کا پروردگار ہوں، پس (میری عبودیت و نیاز کی راہ میں تم سب ایک ہو جاؤ) اور نافرمانی سے بچو۔

قرآن کریم کہتا ہے کہ اللہ نے تمہیں ایک ہی جامہ انسانیت دیا تھا لیکن تم نے طرح طرح کے بھیس اور نام اختیار کر لئے اور رشتہ انسانیت کی وحدت سینکڑوں ٹکڑوں میں بکھر گئی تمہاری نسلیں بہت سی ہیں، اس لئے تم نسل کے نام پر ایک دوسرے سے الگ ہو گئے ہو۔ تمہارے وطن بہت سے بن گئے ہیں، اس لئے اختلاف وطن کے بعد ایک دوسرے سے لڑ رہے ہو، تمہاری قومیتیں بے شمار ہیں۔ اس لئے ہر قوم دوسری سے دست و گریباں ہو رہی ہے۔ تمہارے رنگ یکساں نہیں اور یہ بھی باہمی نفرت و عناد کا بڑا ذریعہ بن گیا ہے۔ تمہاری بولیاں مختلف ہیں اور یہ بھی ایک دوسرے سے جدا رہنے کی بڑی حجت بن گی ہے۔ پھر ان کے علاوہ امیر، فقیر، نوکر و آقا، وضیع و شریف، ضعیف و قوی، ادنیٰ و اعلیٰ بے شمار اختلاف پیدا کر لئے گئے ہیں اور سب کی منشاء یہی ہے کہ ایک دوسرے سے جدا ہو جاؤ اور ایک دوسرے سے نفرت کرتے رہو، ایسی صورت میں بتلاؤ وہ

رشتہ کون سا رشتہ ہے جو اتنے اختلافات رکھنے پر بھی انسانوں کو ایک دوسرے سے جوڑ دے اور انسانیت کا بچھڑا ہوا گھرانہ باہمی اتحاد و یگانگت سے از سر نو آباد ہو جائے۔

وہ (قرآن) کہتا ہے صرف ایک ہی رشتہ باقی رہ گیا ہے وروہ ''خدا پرستی'' کا مقدس رشتہ ہے۔تم کتنے ہی الگ الگ ہو گئے ہو، لیکن تمہارے خدا الگ الگ نہیں ہو سکتے۔تم سب ایک ہی پروردگار کے بندے ہو۔تم سب کی بندگی و نیاز کے لئے ایک ہی معبود کی چوکھٹ ہے۔تمہاری کوئی نسل ہو، تمہارا کوئی وطن ہو، تمہاری کوئی قومیت ہو، تم کسی درجے میں اور کسی حلقہ کے انسان ہو لیکن جب ایک ہی پروردگار کے آگے سر نیاز جھکا دو گے تو یہ آسمانی رشتہ تمہارے تمام ارضی اختلافات مٹا دے گا۔ اور تم محسوس کرو گے کہ تمام دنیا تمہارا وطن ہے اور تم سب ایک ہی رب العالمین کی عیال ہو۔(۴)

قُلْ یٰاَهْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ ...... (الخ)(۵)

کہہ دیجئے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! کہ اے اہل کتاب آؤ ایک بات کی طرف جو برابر ہے ہم میں اور تم میں کہ بندگی نہ کریں مگر اللہ کی اور نہ اس کا شریک ٹھہرائیں کسی کو اور نہ بنائے کوئی کسی کو رب سوائے اللہ تعالیٰ کے، پھر اگر وہ نہ قبول کریں تو کہہ دو گواہ رہو کہ ہم تو مسلمان (حکم کے تابع) ہیں۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ نجران کا ایک وفد مدینہ آیا اور اس کی ملاقات یہودیوں سے ہوئی ان دونوں کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ایک مناظرہ ہوا۔عیسائی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نصرانی ثابت کرتے اور یہودی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہودی قرار دیتے اور اپنے مذہب کو ان کے مذہب کے قریب قرار دیتے۔پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دونوں گروہوں سے حضرت ابراہیم اور ان کے دین کا کوئی تعلق نہیں۔''

ابراہیم علیہ السلام تو ہر طرف سے کٹ کر اللہ تعالیٰ ہی کے ہو گئے تھے اور اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار تھے، میں ان کے دین کا پیروکار ہوں۔لہٰذا تم سب ابراہیم علیہ السلام کے دین یعنی اسلام کا اتباع کرو۔تو یہودی بولے آپ ﷺ تو یہ چاہتے ہیں جیسے عیسائیوں نے عیسیٰ کو رب بنالیا

اسی طرح ہم بھی آپ ﷺ کو رب بنالیں۔ عیسائی یہ کہنے لگے آپ ﷺ یہ چاہتے ہیں جیسے یہودیوں نے جو بات عزیز کے بارے میں کہی تھی وہی ہم آپ ﷺ کے متعلق ہیں"۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(٦)

عقیدہ توحید بین المللی اتحاد کی بنیاد ہے

اگر کوئی شخص کسی ایسی جماعت کو دعوت دینے کا خواہش مند ہو جو عقائد و نظریات میں اس سے مختلف ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ مخالف العقیدہ جماعت کو صرف اسی چیز پر جمع ہونے کی دعوت دی جائے جس پر دونوں کا اتفاق ہو سکتا ہو۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب روم کے بادشاہ ہرقل کو اسلام کی دعوت دی تو ایسے مسئلہ کی طرف دی جس پر دونوں کا اتفاق تھا، یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر وہ دعوت نامہ درج ذیل ہے:

"بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم، من محمد عبداللّٰہ و رسولہ الٰی ھرقل عظیم لرّوم، سلام علٰی من اتبع الھُدیٰ، امّابعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام اَسلم تَسلم یؤتک اللّٰہ اَجرہٗ مرّتین فان تَوَلّیتُ فان علیک المر الیریسین، یَااھل الکتاب تعالَوا الٰی کلمۃٍ سوآءٍ بیننا وَ بینکم اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشرِکَ بِہٖ شَیْأً وَّ لا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بعضاً اَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ" (٧)

میں شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ یہ خط محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی جانب سے روم کے بادشاہ ہرقل کی جانب ہے۔ سلامتی ہو اس شخص کے لئے جو راہ ہدایت کی پیروی کرے بعد اس کے میں تجھے اسلام کے بلاوے کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ اسلام لا تو سلامت رہے گا۔ اور اللہ تعالیٰ تجھ کو دوہرا اجر دے گا، اور اگر تو اعراض کرے گا تو تجھ پر ان سب کسانوں کا وبال ہوگا جو تیری رعایا ہیں۔ اے اہل کتاب: ایک ایسی بات پر آ کر جمع ہو جاؤ جو ہم اور تم دونوں میں برابر ہے یہ کہ ہم سوائے اللہ کے کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ شریک کریں اور نہ ہم اللہ کو چھوڑ کر آپس میں اپنوں کو رب بنائیں۔

قُل یا اھل الکتٰب کا خطاب اگرچہ یہود و نصاریٰ دونوں سے یکساں ہے۔ لیکن اس

سورہٗ میں نصاریٰ چونکہ خاص طور پر مخاطب ہیں اس وجہ سے روئے سخن ان کی طرف زیادہ ہے۔

لفظ سوائٗ' کی علمی تحقیق

سـوائٗ' کے معنی وسط کے ہیں۔ جو چیز دو جماعتوں کے بیچوں بیچ (درمیان میں) ہوگی وہ دونوں میں یکساں مشترک، مسلم اور جانی پہچانی ہوئی ہوگی۔ توحید کے متعلق قرآن مجید کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ اہل کتاب اور مسلمانوں کے درمیان یکساں مشترک و مسلم ہے۔ قرآن کریم نے اسی مشترک کلمہ کو بنیاد قرار دے کر ان سے بحث کا آغاز کیا ہے کہ جب توحید ہمارے اور تمہارے درمیان ایک مشترک حقیقت ہے تو موازنہ کرو کہ اس قدر مشترک کے معیار پر قرآن کریم اور اسلام پورے اترتے ہیں یا یہودیت اور نصرانیت؟

اہل کتاب آسمانی صحیفوں کے حامل ہونے کے سبب سے توحید کی تعلیم سے اچھی طرح آشنا بھی تھے اور اس کے علمبردار ہونے کے مدعی بھی تھے۔ ان کے صحیفوں میں نہایت واضح الفاظ میں توحید کی تعلیم موجود تھی۔ قرآن کریم نے ان کو دعوت دی کہ یہ بات اور ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں مسلم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کسی کی بندگی کی جائے، نہ اس کا کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور نہ ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو رب ٹھہرائے پھر اس مسلم و مشترک حقیقت کے برخلاف تم نے خدا کی عبادت میں دوسروں کو شریک کیوں بنا رکھا ہے اور اپنے احبار و رہبان اور فقیہوں، صوفیوں کو" اربابًا مِنْ دُونِ اللّٰهِ" کا درجہ کیوں دے دیا۔ اسی نقطہ سے بحث کا آغاز کیا ہے اور پھر بتدریج اس کے تقاضے اور لوازم واضح فرمائے ہیں اور جو چیزیں اس کے تقاضوں کے خلاف اہل کتاب میں پیدا ہوگئی تھیں ان کی تردید فرمائی ہے۔ اولاً یہ بات کہ توحید بنیادی طور پر ہمارے اور اہل کتاب کے درمیان ایک مشترک حقیقت کی حیثیت رکھتی ہے۔ جو شخص بھی توراۃ اور انجیل پر نگاہ رکھتا ہے وہ اس سے اچھی طرح واقف ہے۔

الہامی کتب اور عقیدہ توحید

انجیل سے کچھ حوالے یہاں ہم پیش کرتے ہیں۔ اس لئے کہ توحید کے معاملے میں سب

سے زیادہ گمراہی نصاریٰ ہی کو پیش آئی ہے۔ اور آیت میں بھی درحقیقت جیسا کہ ہم اوپر واضح کر چکے ہیں، روئے سخن ہے بھی انہی (نصاریٰ) کی طرف۔

''یسوع نے جواب میں اس سے کہا۔ لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور اسی کی بندگی کر۔'' (۸) ''یسوع نے جوابدیا کہ اوّل (حکم) یہ ہے اے اسرائیل سن! خداوند ہمارا ایک ہی خداوند ہے۔'' (۹) ''اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد و برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں۔'' (۱۰) ''اس نے اُس سے کہا کہ تو مجھ سے نیکی کی بات کیوں پوچھتا ہے؟ نیک تو ایک ہی ہے۔'' (۱۱) انجیل کے اس ٹکڑے کا ترجمہ بعض دوسرے نسخوں میں مختلف ہے، اگرچہ غلط یہ بھی ہے لیکن اس میں نسبتاً وضاحت ہے۔ ملاحظہ ہو: 'تو مجھے نیک کیوں ٹھہراتا ہے، نیک تو ایک ہی ہے اور وہ اللہ ہے۔'' یہ فقرہ بھی دراصل یوں ہے: ''تو مجھے پاک کیوں ٹھہراتا ہے۔ پاک تو ایک ہی ہے اور وہ اللہ ہے۔''

عالمی مذاہب کے درمیان عدم یگانگت کے اسباب

توحید کی ان واضح تعلیمات کی موجودگی میں اہل کتاب سے قرآن کا یہ مطالبہ کتنا معقول ہے کہ وہ بھی ان نصوص کی روشنی میں اپنے عقائد کا جائزہ لیں اور جو باتیں ان کے بالکل خلاف، محض بدعات و متشابہات کی پیروی کر کے، انہوں نے اپنے عقائد میں شامل کر لی ہیں، ان سے اپنے عقائد کو پاک کریں۔ پھر آخر میں مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ اگر یہ لوگ اپنے ہی نبیوں اور صحیفوں کی تعلیمات سے اعراض کرتے ہیں تو تم یہ واضح کر دو کہ ہم تو ان حقائق سے اعراض کرنے والے نہیں ہیں، ہم تو اپنے آپ کو اسی رب واحد کے حوالے کرتے ہیں اور یہی حقیقت اصل اسلام ہے۔ (۱۲) اس آیت میں یہ بات جو آئی ہے کہ ''ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو رب نہ بنائے۔''

یہاں توجہ اس طرف دلائی گئی ہے کہ بنیادی عقیدہ (خدا کا ایک ہونا) یا اپنے کو مسلم ماننا، جس پر ہم دونوں متفق ہیں۔ ایسی چیز ہے جو ہم سب کو ایک کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ آگے چل کر اپنے تصرف اور تحریف سے اس کی حقیقت بدل نہ ڈالیں۔ ضرورت اس کی ہے کہ جس طرح زبان سے

مسلم وموحد کہتے ہو۔ حقیقتاً اور عملاً بھی اپنے کو تنہا خدائے وحدۂ لاشریک لہٗ کے سپرد کرو، نہ اس کے سوا کسی کی بندگی کرو، نہ اس کی صفات خاصہ میں کسی کو شریک ٹھہراؤ، نہ کسی اور عالم، فقیر، پیر، پیغبر کے ساتھ وہ معاملہ کرو جو صرف رب قدیر کے ساتھ کیا جانا چاہئے۔ مثلاً کسی کو اس کا بیٹا، پوتا بنانا یا نصوص شریعت سے قطع نظر کر کے محض کسی کے حلال وحرام کردینے پر اشیاء کی حلت وحرمت کا مدار رکھنا، یہود ونصاریٰ کے مشائخ جو کچھ اپنی طرف سے مسئلہ بنادیتے خواہ حلال کو حرام یا حرام کو حلال کہدیتے اسی کو سند سمجھتے، کتب ساویہ سے کچھ سروکار نہ رکھا تھا، محض احبار ورہبان کے احکام پر چلتے تھے اور ان کا حال یہ تھا کہ تھوڑا سا مال یا جاہی فائدہ دیکھا اور حکم شریعت کو بدڈالا۔

جیسا کہ قرآن کریم کی آیت:

اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَ هُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ۔ (۱۳)

کی تفسیر سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے بعد سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۳۴ میں فرمایا: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو روپیہ لے کر احکام شرعیہ اور اخبار الٰہیہ کو بدل ڈالتے ہیں۔ ادھر عوام نے انہیں خدائی کا مرتبہ دے رکھا ہے جو غلط سلط کہدیں وہی ان کے نزدیک حجت ہے۔ اس طرح یہ علماء ومشائخ نذرانے وصول کرنے اور سیادت وقیادت قائم رکھنے کے لئے عوام کو مکر وفریب کے جال میں پھنسا کر راہ حق سے روکتے رہتے ہیں۔ غرضیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نصاریٰ کے دعویٰ توحید کے ساتھ اشتراک کا سبب یہ ہے کہ وہ بھی زبان وبیان کی حد تک اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرتے تھے۔ (۱۴)

آیہ کریمہ کے آخر میں یہ بات بھی واضح فرمادی کہ اگر یہ اہل کتاب توحید کی اس مشترک حقیقت کو بھی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں، تو تم اُن کو صاف صاف سنادو کہ گواہ رہو کہ ہم تو مسلم ہیں۔ یہ "گواہ" رہو کے الفاظ بطور اظہار برأت ہیں۔ یعنی سن رکھو اور اس بات کے گواہ رہو کہ ہم نے تمہیں پوری وضاحت کے ساتھ سنادیا تھا۔ اب کل کو خدا کے حضور ساری ذمہ داری تمہاری ہے۔ ہم اپنا فرض ادا کرچکے ہیں۔ "بِاَنَّا مُسْلِمُوْن" سے اس حقیقت کی طرف اشارہ ہو رہا ہے کہ یہی توحید اس سپردگی اور حوالگی کی روح ہے جس سے اسلام عبارت ہے اور جو اصل

مطلوب و مقصود ہے۔ جس کو یہ توحید حاصل نہیں اس کو اسلام حاصل نہیں اور جس کو اسلام حاصل نہیں اس کو خدا حاصل نہیں۔(۱۵)

تاریخ مذاہب

تاریخ مذاہب و ادیان اتنی ہی قدیم ہے جتنی وجود کائنات کی حقیقت اس لئے کہ سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام جہاں نسل انسانی کے ظاہری اور معنوی مبداء کی حیثیت رکھتے ہیں وہاں مقام عبدیت و عبودیت کے بھی بظاہر مبداء اور مرکز تسلیم کئے جاتے ہیں۔تاریخ ادیان عالم اور سلسلہ مذاہب پر مادی حیثیت سے نظر ڈالیں تو واضح طور پر ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ ہر زمانے میں کسی نہ کسی نوعیت و حیثیت سے قادر مطلق کو تسلیم کیا گیا ہے،اور انسانی زندگی کا کوئی دور ایسا نہیں جو معبود کے تصور سے خالی رہا ہو۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:"ولکل قوم ھاد" یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر قوم میں انسانوں کی ہدایت کے لئے اپنے ہادی و رہبر معبوث فرمائے۔(۱۶) یہ موضوع بڑا اہم اور تحقیق طلب ہے جس کا مآل کار دین حنیف اور اسلام کی محفوظ حیثیت اور اس پر عمل انسانی فلاح و بہبود اور دنیوی و اخروی زندگی کے لئے بے حد اہم ہے۔

تعریف مذہب

A.B.Tylor کی مختصر ترین تعریف کے مطابق

"مذہب روحانی موجودات پر عقیدہ کا نام ہے"۔تب بھی یہ تعریف ان موجودات کی ماہیت اور ہر ایک فرقہ کے لئے اس عقیدہ کی اصل اور جواز کے سوال کو پیدا کرتی ہے۔"(۱۷)

اس اعتبار سے مذہب کو اعتقاد کی اس قوت کا نام دیا گیا،جس سے انسان کو اندرونی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے،اور اسی مذہب کو ان صداقتوں کا مجموعہ قرار دیا گیا۔جن میں وہ قوت ہوتی ہے جو انسانی کردار میں انقلاب برپا کر دیتی ہیں۔بشرطیکہ انہیں دل کی گہرائیوں سے قبول کیا جائے اور ان پر غور و فکر کرتے ہوئے انہیں سمجھا جائے۔"(۱۸)

دنیا کے ادیان و مذاہب کا مطالعہ کرنے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ مذہب کی ابتداء

کے بارے میں واضح نظریات (تصورات) پائے جاتے ہیں۔

تعارف مذہب

اس تصور کی رو سے انسان بتدریج ایک اعلیٰ ہستی کے تصور تک پہنچا جس کی ابتداء آباؤ اجداد کی محبت سے ہوئی، اس کے ساتھ ساتھ مظاہر فطرت کی طرف وہ راغب ہوا اور ان کی پرستش شروع کی۔ ڈر یا محبت کی وجہ سے اور جو شے اچھی لگی اس کے آگے سر جھکا دیا۔ لیکن پھر آہستہ آہستہ ان خداؤں کی تعداد کم ہونے لگی اور صرف ایک خدا کا تصور باقی رہ گیا، جو ہر شئے کا خالق و مالک تصور کیا گیا۔ الہامی مذاہب کے علاوہ اکثر مذاہب کا نظریہ اسی تصور پر قائم ہے۔

اس نقطہ نظر سے مذہب کا تصور یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس زمین پر اپنا نائب بنا کر بھیجا تو اس کی دیگر ضروریات کے ساتھ ساتھ اس کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے اصول بھی اسے بتادے اور پھر ہر دور میں اس کا اہتمام کیا گیا کہ انسانوں کو زندگی گزارنے کے لئے ہر طرح کی ہدایات بھی میسر ہوں۔ یہ ہدایات یکساں تھیں اور ہر دور کی ضروریات پوری کرنے کی ان میں صلاحیت موجود تھی۔ بلکہ ہر دور میں اس کی ضرورت کے مطابق ہدایات فراہم کی گئی گویا مذہب کا یہ نظریہ قدیم ہے اور اس کی رُو سے خدائے واحد کی عبادت سے مذہب کی ابتداء ہوئی اور پھر لوگ گمراہی میں مبتلا ہوئے شرک و کفر کی راہ اختیار کی، مذہبی تصور کے اس نظریہ کو اب تو مغربی محققین بھی تسلیم کرتے ہیں۔

پروفیسر شمٹ (Schimdt) اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

"اب اس بات میں کوئی شبہ نہیں رہا کہ انسان کا ابتدائی تصور مذہبی ہی تھا اور اس کا اعلیٰ ترین ہستی کے بارے میں جو تصور پایا جاتا ہے وہ توحیدی تھا اور اس طرح اس عقیدہ سے جس مذہب نے جنم لیا وہ خدائے واحد کی ذات پر عقیدے کا مذہب تھا۔" (۱۹)

سر ولیم میور (مصنف لائف آف محمد صلی اللہ علیہ وسلم) لکھتا ہے:

مذہب اسلام اس بات پر فخر کرسکتا ہے کہ اس میں پرہیز گاری کا ایک ایسا درجہ موجود ہے جو کسی اور مذہب میں نہیں پایا جاتا۔" (۲۰)

جہاں تک بحیثیت مسلمان ہمارے مذہب کے آغاز کا تصور اور اسلام کے نظریہ دین کا تعلق ہے یہ بات سب پر روشن ہے کہ وہ مذہب کی جامع تر تعریف پیش کرتا ہے اس کے نزدیک دین ایک ایسا ضابطہ حیات ہے جو خدائے وحدہٗ لاشریک لہ کی طرف سے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن کریم) کی صورت میں دیا گیا ہے۔

جس میں زندگی کے مادی، روحانی دونوں شعبوں سے متعلق مکمل اور واضح احکامات دیئے گئے ہیں۔ مذہب کے اس مکمل اور جامع نظریے نے مذاہب عالم کو متاثر کیا اور اپنے پیروؤں کو کشمکش حیات میں قوت عطا کی۔ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہونے والا یہ سلسلہ خاتم النبین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل ہوا اور اس کے ساتھ ہی یہ اہتمام بھی کر دیا گیا کہ اب مذہب کی تکمیل ہو چکی، اب اس میں تحریف نہیں کی جا سکے گی۔ جس کی وجہ سے اب قیامت تک انبیاء کا سلسلہ تمام ہوا اور اس مذہب میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ ہر دور کے تقاضوں کو پورا کرے۔

اہم عالمی مذاہب

اس وقت دنیا میں جتنے بھی مذاہب پائے جاتے ہیں ان کی تقسیم کی دو بنیادیں ہیں:

الف۔ الہامی مذاہب

جن کی تعلیمات خالق کائنات کی طرف سے ودیعت کی گئی ہیں۔

ب۔ غیر الہامی مذاہب

جن کی تعلیمات اور اصول انسانوں کے اپنے وضع کردہ ہوں، پھر ان ہر کو دو میں مزید اس طرح تقسیم کیا جا سکتا ہے ایک تو وہ مذاہب ہیں جن کی ترویج و اشاعت کے لئے ان کے ماننے والے ہر وقت سرگرم عمل رہتے ہیں۔ یعنی (تبلیغی مذاہب) اس میں کئی ایک الہامی اور غیر الہامی مذاہب شامل ہیں، اور دوسری تقسیم ان مذاہب کی ہے جن کی تبلیغ نہیں کی جاتی بلکہ کسی خاص نسل یا علاقے تک محدود کیا جاتا ہے۔ ان میں بھی کئی ایک الہامی اور غیر الہامی مذاہب شامل ہیں۔ گویا مذاہب عالم کو عام طور سے چار اقسام میں متعارف کرایا جا سکتا ہے۔

الہامی اور غیرالہامی مذاہب کی امتیازی خصوصیات

- الہامی مذاہب اصلاً ایک خدا کے تصور پر مبنی ہیں لیکن غیرالہامی اس کے پابند نہیں، یہاں تک بعض سرے سے اللہ تعالیٰ کے تصور سے بھی عاری ہیں۔
- الہامی مذاہب پیغمبروں کے قائل ہیں، غیرالہامی نہیں۔
- الہامی مذاہب کا اصل منبع و سرچشمہ کتب سماوی ہیں، غیرالہامی مذاہب میں یہ ضروری نہیں۔
- الہامی مذاہب اپنی تعلیمات یا عملی تاریخ کے باعث تبلیغی ہیں اور غیرالہامی اپنی اصل تعلیمات کے مطابق تبلیغی نہیں۔
- الہامی مذاہب کی تعلیمات معین اور واضح ہیں لیکن غیرالہامی مذاہب کی تعلیمات غیر معین اور لچکدار ہیں۔
- الہامی مذاہب کی تعلیمات کلی اور اپنی اصل کی بناء پر دینی اور دنیاوی زندگی پر کم وبیش حاوی ہیں۔ لیکن غیرالہامی مذاہب کی تعلیمات جزوی ہیں یعنی یا تو صرف روحانی زندگی سے متعلق ہیں مثلاً تاؤمت یا دنیوی زندگی سے متعلق مثلاً کنفیوشی مت۔(۲۱)

الہامی مذاہب

وہ مذاہب جن کی تعلیمات کی بنیاد وحی ہے اور الہامی مذاہب کی تعریف میں آتے ہیں۔ ان مذاہب کی تعلیمات بلکہ ان کا نظریہ حیات اس خالق کائنات کا تفویض کردہ ہوتا ہے۔ جس نے جب اس دنیا میں پہلا انسانی جوڑا بھیجا تو اس بات سے بھی آگاہ کر دیا کہ تمہیں زندگی گزارنے کے لئے جن اصول وقواعد کی ضرورت پڑے گی وہ میری طرف سے تم تک پہنچیں گے فرمایا حق تعالیٰ شانہٗ نے

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ (۲۲)

ہم نے کہا یہاں سے سب اترو پس تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آتی رہے گی، پس جو میری ہدایت پر عمل کریں گے انہیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔

خالق کائنات نے ہر قوم کی ہدایت کے لئے اپنے برگزیدہ بندوں کو وقتاً فوقتاً بھیجا۔ ان سب نے اسی الہامی نظریہ حیات پر لوگوں کو زندگی گزارنے کی تلقین کی، ان برگزیدہ ہستیوں کے سلسلہ کی سب سے پہلی کڑی یعنی سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام تھے اور سب سے آخری کڑی نبی کامل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان دونوں کے درمیان ایک لاکھ سے زائد ایسی برگزیدہ ہستیاں گزریں جن میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہ معروف ہستیاں ہیں جن کے پیش کردہ نظریہ حیات پر آج بھی کروڑوں انسان عمل کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اسی لئے ہمارے نظریہ کی رُو سے تمام الہامی مذاہب ایک ہی طرح کی تعلیم دیتے رہے۔ اسلام بھی انہی تعلیمات کو بطریق احسن پیش کرتا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انسانوں نے تعلیمات میں ردوبدل کر کے انہیں اپنی مرضیات کے تابع کرنے کی کوشش کی، لہٰذا اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ان تمام مذاہب کی تکمیل کردی، اور اب قوانین کا جو مجموعہ اصلاح انسانیت کے لئے دیا گیا اس کی حفاظت کا مکمل انتظام بھی کر دیا گیا فرمایا:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْن (۲۳)

بے شک اس ذکر یعنی (قرآن کریم) کو ہم نے ہی نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

جملہ مذاہب سے عقیدت واحترام کا حکم

دیگر الہامی مذاہب کے سلسلے میں یہ واضح کر دیا گیا کہ:

"والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک (۲۴)

(اللہ سے ڈرنے والے) وہ لوگ ہیں جو کچھ آپ (ﷺ) پر (اے محمد ﷺ) اتارا اور جو آپ ﷺ سے پہلے نازل کیا گیا اس پر ایمان لاتے ہیں۔

اس آیت ربانی کی رو سے تمام الہامی مذاہب پر ایمان لانا ضروری ہے کہ وہ خالق کائنات

کی طرف سے ہدایت انسانی کے لئے نازل کی گئی تھیں ان مذاہب میں اہم حسب ذیل ہیں۔

مذہب یہودیت اور اس کی عالمگیر تعلیمات

یہودی نسلی اعتبار سے بنی اسرائیل ہیں۔ اسرائیل عبرانی زبان سے ماخوذ ہے جس کے معنی ''اللہ کے بندے'' کے ہیں۔ یہود کو بنی اسرائیل کہا جاتا ہے۔ یعنی یعقوب علیہ السلام کی اولاد۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے، جن سے یہود کے بارہ قبیلے بنے اور ان میں بکثرت انبیا ورسل ہوئے۔ یہود کو عرب میں اس کی گزشتہ تاریخ اور علم ومذہب سے وابستگی کی وجہ سے ایک خاص مقام حاصل تھا۔ بنی اسرائیل اور یہود دونوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے احکامات الٰہی کی تبلیغ کے لئے اس قوم کو مامور کیا اور اسے دنیا جہان پر فضیلت بخشی جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یٰبَنِی اِسرائیل اذْکُرُوْا نعمتی الَّتِیْٓ انعمت علیکم وَاَنِّی فَضَّلْتکم عَلَی العٰلمینَ ۝ (۲۵)

یعنی اُمت محمدیہ سے پہلے افضل العالمین ہونے کی یہ فضیلت بنو اسرائیل کو حاصل تھی جو انہوں نے معصیت الٰہی کا ارتکاب کر کے گنوائی اور امت محمدیہ کو ''خیر امۃ'' کے لقب سے نوازا گیا۔ کیونکہ انعامات الٰہی کسی خاص نسل کے ساتھ وابستہ نہیں ہیں، بلکہ یہ ایمان اور عمل کی بنیاد پر ملتے ہیں اور ایمان وعمل سے محرومی پر اللہ تعالیٰ سلب کر لیتے ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے زمانہ میں یہ لوگ کنعان سے مصر منتقل ہوئے اور مذہب سے روگردانی کرتے ہی قبطیوں کے غلام بن گئے اور ذلت کی زندگی گزارنا ان کا مقدر بن گیا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی اصلاح کے لئے حضرت موسیٰ علیہ اسلام کو مبعوث فرمایا جو انہیں فرعون مصر کے پنجے سے چھڑا کر لائے لیکن غلامی سے نجات ملتے ہی پھر بدعہدی، ناشکری اور فساد کی باتیں کرتے رہے، جس کی پاداش میں انہیں وقتاً فوقتاً تباہیوں کا سامنا کرنا پڑا، غرضیکہ تاریخ یہودیت مسلسل عروج وزوال کی داستان ہے۔ (۲۶)

ابراہیم اے نیومن یہودیت پر اپنے مضمون میں لکھتا ہے: ''یہودیت ایک ایسا مذہب ہے

جس پر ایک چھوٹی قوم یعنی یہودی قوم اعتقاد رکھتی ہے جو دوسری جنگ عظیم سے پہلے اپنی عددی ترقی کی انتہا پر تھی ایک کروڑ ساٹھ لاکھ سے زیادہ نہ تھی اور اب گھٹ کر ایک کروڑ یا ایک کروڑ دس لاکھ ہوگئی ہے جو ایک مجنوں ٹولی کا نتیجہ ہے جو اس مذہب اور یہودی قوم کا صفایا کرنا چاہتی تھی۔(۲۷)

Encyclopedia of Religion Ethics کا مقالہ نگار لکھتا ہے:

''یہودیت دو اصولوں پر مبنی ہے، خدا کی وحدانیت اور بنی اسرائیل کی پسندیدہ اور منتخب امت ہونا، یہودیت بت پرستی اور متعدد خداؤں کی پوجا یعنی شرک کو مسترد کرتی ہے وہ ایک رب العالمین پر عقیدہ رکھتی ہے''۔(۲۸)

یہودی مذہب کی تعلیمات

یہودیوں کی مقدس کتاب ''تورات'' ہے جسے بعد میں خود انہوں نے اپنی مرضی کے مطابق بدل ڈالا۔ یوم السبت یعنی ہفتہ کا دن یہودیوں کے لئے بڑی اہمیت رکھتا۔ حضرت موسیٰ کے احکام عشرہ **Ten-Command ments** جو انہیں طور سینا پر عطا ہوئے یہودی مذہب کی بنیاد ہے۔ یہ احکام عشری مندرجہ ذیل ہیں۔

- خدا کے سوا کسی دوسرے کو معبود نہ بنانا۔
- کسی جاندار کی صورت نہ بنانا اور نہ اسے سجدہ کرنا۔
- خدا کے نام کی تعظیم کرنا، بے فائدہ اس کا نام نہ لینا۔
- سبت کے دن کی تعظیم کرنا، چھ دن کام اور ساتویں دن کوئی کام نہ کرنا۔
- خون نہ بہانا۔
- ماں باپ کی عزت کرنا۔
- زنا نہ کرنا۔
- چوری نہ کرنا۔
- اپنے پڑوسی کے خلاف جھوٹی گواہی نہ دینا۔

✿ اپنے پڑوسی کے مکان، بیوی، خادم، خادمہ، مویشی اور چیز کی طرف لالچ کی نگاہ نہ ڈالنا۔

یہ احکامات عشرہ سادہ تھے اور ان پر عمل کرنے کا مقصد یہ تھا کہ خدا کی وحدانیت کو قائم کیا جاتا اور ایک ایسے معاشرہ کی تشکیل کی جاتی جس میں انسان کی عزت اور پڑوسی کے حقوق کی حفاظت ہوتی۔

یہودیوں کی اجتماعی حالت

توریت کے احکام اور خدا کے جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی بناء پر یہودی دنیاوی اقتدار سے محروم اور غضب الٰہی میں مبتلا ہو گئے۔

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ٥ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ط (۲۹)

ان پر ذلت و بے چارگی طاری کی گئی اور وہ خدا کے عذاب میں گرفتار ہو گئے۔

سب سے زیادہ انبیاء اسی قوم میں مبعوث ہوئے، جن میں حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام جیسے جلیل القدر فرمانروا بھی تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا دور یہودیت کے عروج کا انتہائی دور تھا۔ لیکن کبھی بھی عددی اعتبار سے یہ دنیا کی آبادی میں قابل ذکر نہ رہے۔

مذہب عیسائیت اور اس کی عالمگیر تعلیمات

عیسائیت کی تعریف یہ کی جاتی ہے:

"کہ وہ ایک اخلاقی، تاریخی عالمگیر توحید پرست اور نجات دھندہ مذہب ہے جس میں خدا اور بندے کے تعلقات کا درمیانی واسطہ خداوند یسوع مسیح کی ذات اور کارنامہ ہے۔" (۳۰)

لیکن آگے مقالہ نگار عیسائیت کو توحید پرست کے علاوہ تثلیث پرست بھی قرار دیتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:

"عیسائیت میں خدا کا تصور نہ صرف توحید پرستی ہے، بلکہ تثلیث پرستی بھی۔" (۳۱)

عیسائیت کی ابتداء یہودیت سے ہوئی، جب یہودی اپنے اعمال کی بناء پر انتہائی زوال کو پہنچ چکے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی نجات و اصلاح کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کو اپنی قدرت سے بغیر باپ کے حضرت مریم علیہا اسلام کے بطن سے فلسطین کے ایک گاؤں بیت اللحم میں پیدا فرمایا۔

آپ نے مختلف معجزات اور وعظ و نصیحت کے ذریعہ یہودیوں کو یہ سمجھایا کہ دین کی کامیابی صرف احکام الٰہی کی پیروی کرنے میں ہے، آپ کے ایک وعظ کے الفاظ ہیں:

''مبارک ہیں وہ جن کی روحیں غریب ہیں کیونکہ آسمان کی بادشاہت ان ہی کی ہے، مبارک ہیں وہ جو حلیم ہیں کیونکہ زمین کے وہی وارث ہوں گے، مبارک ہیں وہ جو غمگین ہیں کیونکہ وہی اطمینان پائیں گے، مبارک ہیں وہ جو رحم دل ہیں کیونکہ ان پر رحم کیا جائے گا، مبارک ہیں وہ جو پاک دل ہیں، کیونکہ وہ خدا کو دیکھیں گے''۔(۳۲)

عیسائیوں کی مذہبی کتاب بائبل دو حصوں پر مشتمل ہے، پہلا حصہ ''عہد نامہ قدیم'' **Old Testament** کا ہے۔ جس میں ۳۹ کتابیں معہ توریت کے شامل ہیں اور دوسرا حصہ ''عہد نامہ جدید'' **New Testament** کا ہے۔

عیسائیت کی بنیادیں یہودیت پر قائم ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کا تعلق بھی اسی قدیم مذہب سے تھا۔ اس لئے بنیادی طور پر عیسائیت اور یہودیت کی تعلیمات میں اختلاف نہیں ہے، اور جس طرح توریت یہودیوں کی مذہبی کتاب ہے اسی طرح عیسائیوں کے مذہب میں بھی شامل ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کی تعلیمات مختلف رسالوں کی شکل میں تحریر میں لائی گئیں۔ جن چار تحریروں کو مستند سمجھا گیا اور جنہیں بائبل میں شامل کیا گیا وہ یہ ہیں۔ انجیل متّی **Mathew**، مرقس **Mark**، لوقا **Luke** اور یوحنا **john** یہ رسالے حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کے حواریوں یا سینٹ پال کے مریدوں کے ترتیب دیئے ہوئے ہیں۔ ان رسالوں کے قدیم ترین نسخے یونانی زبان میں محفوظ ہیں، جس سے ظاہر ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کے زمانے میں تحریر میں نہیں آئے تھے بلکہ ان کے بعد لکھے گئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ اسلام نے خدا کی وحدانیت اور رسولوں پر ایمان لانے کی تعلیم دی تھی، آپ نے دنیاوی اعمال کو جزا و سزا کا پابند قرار دیا تھا اور لوگوں کو اس دن سے ڈرایا تھا جس دن ان کے اعمال کی باز پرس کی جائے گی۔ آپنے اس بات پر زور دیا تھا کہ لوگ قناعت اور صبر کی زندگی بسر کریں، دوسروں کو اپنی ذات سے نقصان نہ پہنچائیں، دولت کے پیچھے نہ بھاگیں اور اپنے خالق کے سامنے عجز وانکساری کا اظہار کریں۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کی یہ سیدھی سادھی تعلیمات جلد ہی فراموش کر دی گئیں۔

توحید فی التثلیث

عیسائیت کا بنیادی عقیدہ تثلیث ہے جس میں باپ بیٹا اور روح القدس شامل ہیں۔ ہم اس جگہ اس عقیدے کی وہ تشریح پیش کرتے ہیں جو عیسائیوں کے یہاں سب سے زیادہ مقبول عام ہوتی ہے:

''تثلیث کے عیسائی نظریئے کو ان الفاظ میں اچھی طرح تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ کہ باپ خدا ہے، بیٹا خدا ہے، اور روح القدس خدا ہے۔ لیکن یہ مل کر تین خدا نہیں ہیں۔ بلکہ ایک ہی خدا ہیں۔ اس لئے کہ عیسائی نظریئے کے مطابق ہم جس طرح ان تینوں میں سے ہر ایک اقنوم کو خدا اور آقا سمجھنے پر مجبور ہیں اسی طرح ہمیں کیتھولک مذہب نے اس بات کی بھی ممانعت کر دی ہے کہ ہم ان کو تین خدا یا تین آقا سمجھنے لگیں۔'' (۴۳)

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب باپ، بیٹا اور روح القدس میں سے ہر ایک کو خدا مان لیا گیا تو خدا ایک کہاں رہا؟ وہ تو لازماً تین ہو گئے۔

یہی وہ سوال ہے جو عیسائیت کی ابتدا سے لے کر اب تک ایک چیستاں بنا رہا ہے۔ عیسائیوں کے بڑے بڑے مفکرین نے نئے نئے انداز سے اس مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کی اور اسی بنیاد پر بے شمار فرقے نمودار ہوئے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس سوال کا کوئی معقول جواب سامنے نہیں آسکا۔ (۴۴)

ایک گروہ رومن کیتھولک اس میں مقدس مریم کے اضافے کے حق میں ہے، انجیل ان کی

مذہبی کتاب ہے۔ آج عیسائیت کے تین بڑے فرقے ہیں یعنی نمبرا۔مشرقی تقلید پسند، نمبر۲۔رومن کیتھولک اور نمبر۳ پروٹسٹنٹ۔ سب سے بڑا فرقہ رومن کیتھولک ہے جس کے رہنما ''پاپائے روم'' ہیں۔(۳۵)

غیرالہامی مذاہب

ہر وہ نظام حیات جس کی بنیاد احکام الٰہی پر نہ ہو غیر الہامی مذاہب کے زمرہ میں شامل ہے، خواہ اس پر عمل کرنے والوں کی تعداد کروڑوں میں لاکھوں میں ہزاروں میں یا سینکڑوں میں ہی کیوں نہ ہو اہمیت اپنی جگہ ان کی ہے اس لحاظ سے ہم غیر الہامی مذاہب کی تعداد کا تعین تو نہیں کر سکتے، لیکن یہاں مختصراً ان کا تذکرہ کیا جاسکتا ہے جن کا اثر ایک عرصہ تک انسانی معاشرہ پر رہا۔ ان میں دنیا کی قدیم ترین تہذیبیں حمورابی، کسدی، آشوری، سمیری ہوں، افریقی قبائل کے عقائد و نظریات ہوں یا جنوب مشرق ایشیا کے زرتشتی، ہندومت، بدھ مت کا ذکر سب غیر الہامی مذاہب کے زمرے میں آتے ہیں۔ یہاں صرف معروف غیر الہامی مذاہب کا مختصر ذکر کیا جا رہا ہے۔

الف۔ زرتشتی مذہب

زرتشتی مذہب کی تاریخی حیثیت مورخین ۶ ہزار سے دو ہزار قبل مسیح متعین کرتے ہیں۔ اس مذہب کے بانی زرتشت اعظم نے خدمت خلق کے جذبے سے سرشار ہو کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ مصائب کہاں سے آتے ہیں۔ ایک مرتبہ سورج کو غروب ہوتا دیکھ کر اس نتیجے پر پہنچے کہ دنیا اندھیرے اجائے کا سنگم ہے اسی کو خیر و شر کا نام دیا گیا اور دو خداؤں کے تصور نے جنم لیا۔ خدائے خیر اور شر خدائے خیر یعنی اہورامزدا کی سات صفات پر ایمان لانا ضروری ہے۔(یہ سات صفات مل کر ''امیتا اسپنتا'' کہلاتی ہیں۔ جن کے مجسمے اور تصویریں بنائی جاتی تھیں) جنوب مشرقی ایشیاء میں زرتشت کے پیروکار ''پارسی کہلاتے ہیں۔ یہ حضرات حیات بعد الممات، حساب اعمال اور جنت و دوزخ کے قائل ہیں۔ زرتشتی مذہب میں پاک و صاف رہنا، محنت مشقت سے روزی کمانا اور غریبوں کی مدد کرنا نیک آدمی کی پہچان ہے، سستی و کاہلی اور بے کاری قابل نفرت ہے اور

ایسا شخص جہنمی ہے۔ پارسی اپنے مذہب کی تبلیغ نہیں کرتے، اس لئے اس مذہب کے پیروکاروں میں خاطر خواہ اضافہ نہیں ہو رہا، اب یہ مذہب ہندوستان کے کچھ علاقوں خصوصاً گجرات، بمبئی اور پاکستان میں کراچی تک محدود ہے۔

ب۔ ہندومت

ہندومت اگرچہ دنیا کے قدیم مذاہب میں سے ہے، اصطلاحی اور عملی زبان میں مذہب کی جو تعریف ہے اس کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کہنا بہت مشکل ہے کہ "ہندو مذہب" کیا ہے؟ اور کن بنیادی عقائد پر یقین رکھنا ہے، اس مذہب کے ماننے والوں کے لئے لازمی ہے۔ کیونکہ یہودیت، نصرانیت، اور اسلام کی طرح نہ تو اس کے کسی پیغمبر کا وجود ہے نہ کسی ایک الہامی کتاب کا اور نہ کسی معین عقیدہ کا۔

چنانچہ جان کلارک آرچر **John Clark Archur** ہندو مذہب پر اپنے پرمغز مقالہ میں لکھتا ہے:

"ہندو مذہب اپنے ابہام کے لحاظ سے اوّل تو عہد حجر کی ایک نشانی ہے یہ اتنا قدیم ہے۔" (۳۶)

تاریخی اعتبار سے اسے ساڑھے تین ہزار سالہ قدیم مذہب کہا جا سکتا ہے۔ ویدیں اس کی مقدس کتب ہیں، جن کے ساتھ اپنشدز، پران، گیتا اور سماجی قوانین کے مجموعے ساشتر بھی بڑی اہمیت کے حامل ہیں "تری مورتی" اس کا بنیادی عقیدہ ہے، جس کے تحت تین خداؤں کا تصور کیا جاتا ہے۔ کائنات کا خالق کائنات کی بقا کا ذمہ دار اور کائنات کی تباہی و بربادی کا سبب، جسے برہما، وشنو اور شیو کا نام دیا جاتا ہے۔ ہندو عقیدہ کے مطابق تمام بڑے بڑے مصلحین وشنو کے اوتار تھے اور ابھی ایک اوتار باقی ہے ان کی تعداد دس بتائی جاتی ہے جسے "دشا اوتار" کا نظریہ کہا جاتا ہے۔ آج ہندو بھارت کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی موجود ہیں۔

ج۔ بدھ مت

بدھ مذہب کے بانی گوتم ہیں جن کا لقب ساکھیا منی تھا جو بعد میں بدھ کے نام سے موسوم ہوئے، یہ کپلا دستو کے مقام پر جو نیپال کے جنوب میں واقع ہے پانچویں صدی قبل مسیح میں پیدا ہوئے۔(۳۷)

بدھ مذہب کی غایت یہ ہے کہ انسان اسی دنیوی زندگی میں نروان حاصل کرے۔ نروان نفس کی اس حالت مطمئنہ کا نام ہے جس میں دنیوی افکار و آلام کا دل پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اس مذہب کی تعلیمات انتہائی سادہ تھیں۔ بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اخلاقی تعلیمات پر مبنی ایک ایسا نظام حیات اس مذہب کی بنیاد تھا جس کا مقصد انسان کو ہندو مذہب کے نظریہ تناسخ سے نجات لانا تھا۔ لیکن بدھا کی وفات کے بعد اس مذہب میں کافی تبدیلی کردی گئی۔ اس کے گروہ بن گئے، مہاراجہ اشوکا نے اس مذہب کی اشاعت و ترویج نہ صرف جنوب مشرقی ایشیاء تک محدود رکھی بلکہ بین الاقوامی سطح پر اس کو متعارف کرایا اور آج اس کے پیروکار بیرون ملک میں زیادہ ہیں۔

بقول لی بان: ”ابتدائی بدھ مذہب محض ایک اعلیٰ درجہ کا اخلاق تھا، لیکن بتدریج بدھ مذہب باضابطہ مذہب بن گیا اور اس میں بھی دیوتا اور رسوم و اعمال و عبادت و فلسفہ شامل ہوگئے، اور برہمنی مذہب کی طرح بدھ مذہب میں فرقے ہوگئے اور بدھ کی مورت بن گئی۔“(۳۸)

قصہ مختصر یہ تو چند اہم اور بڑے غیر الہامی مذاہب کا ذکر تھا، ان کے ساتھ ساتھ اسی خطہ میں جینی، کنفیوشس، تاؤ اور شنٹو جیسے مذاہب کی بھی اپنی جگہ اہمیت رہی لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ مذاہب اپنی اہمیت کھوتے رہے اور آج ان میں سے کئی ایک ایسے ہیں کہ جن کے ماننے والوں کو کوئی خاص عددی اہمیت نہیں دی جاسکتی۔

مذہب اسلام کی عالمگیر تعلیمات

اسلام کا مرکزی اور بنیادی عقیدہ توحید ہے۔ جس کے متعلق قرآن کریم کا نظریہ ہے کہ وہ ایک پرانی یعنی ازلی وابدی حقیقت ہے جو تمام انبیاء سابق کی تعلیمات کی روح تھی۔ اس لئے کلام

اللہ کی شہادت یہ ہے:

هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ط مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ط هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ لا (۳۹)

تمہارے لئے دین میں کوئی تنگی نہیں ڈالی۔ جو تمہارے باپ ابراہیمؑ کا دین (ملت) ہے اور اسی (اللہ تعالیٰ) نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔"

قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ج دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ج وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ O (۴۰)

کہہ دیجئے کہ میرے اللہ نے میری ہدایت صراط مستقیم کی طرف کی ہے جو دین قیم ہے۔ جو ملت دین ابراہیم ہے اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے۔

وَمن یرغب عن ملة ابراهیم الا من سفه نفسه۔ (۴۱)

جو شخص ملت (دین) ابراہیم سے روگردانی کرے وہ اپنی ذات کو ہلکا بناتا ہے۔

توحید کا مرکزی تصور اسلام کی اساس ہے اور یہی اساس اس کو کفار اور مشرکین سے جدا کرتی ہے اسی لئے جو ادیان سابقہ عقیدہ توحید پر مبنی تھے جیسا کہ عیسائیت اور موسویت کا حال ہے۔ باوجود تحریف عقیدۂ توحید کے ان میں اسلام سے ایک حد تک مماثلت تھی۔ شاید یہی وجہ ہے کہ مذاہب عالم کے جاننے والے علماء جب مذاہب کی وصولی تقسیم کرتے ہیں، تو وہ اسلام، عیسائیت، اور موسویت کو توحیدی مذہب میں داخل کرتے ہیں، یہاں تک کہ عیسائی پادری بھی یہی کہتے ہیں۔ چنانچہ **Bathman** لکھتے ہیں:

"خدا کے سوا کوئی الٰہ (معبود) نہیں، اسلام، عیسائیت اور یہودیت کی طرح ایک خالص توحیدی مذہب ہے۔ یہ تینوں مذاہب ایک خدا کو تسلیم کرتے ہیں، لیکن ہر ایک میں خدا کی ایک مختلف صفت پر زور دیا گیا ہے۔ (۴۲)

اسلام کا بنیادی تقاضا توحید، رسالت، اور عقیدہ آخرت ہے، جن کے ساتھ ہی یہ مطالبہ بھی کیا جاتا ہے کہ دن رات میں پانچ مرتبہ اللہ تعالیٰ کے آگے سربسجود ہونا سال بھر میں ایک ماہ اللہ

تعالیٰ کی رضا کی خاطر روزہ رکھنا، یعنی دن بھر کھانے پینے اور نفسانی خواہشات سے پرہیز، استطاعت کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنا، زندگی میں ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ کے گھر کی زیارت کرنا اور بوقت ضرورت اس کے نام پر زندگی قربان کر دینا ضروری ہے۔ اس طرح کے نظریہ حیات کو اپنا کر ہر انسان اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ خواہ وہ کسی بھی نسل یا ملک سے ہو، وہ کسی بھی رنگ کا مالک یا معاشرے میں اس کا کوئی بھی مقام ہو اس لئے کہ اہل ایمان کی پہچان ان کا رشتہ ایمان ہے۔

اِنَّمَا المومنون اخوۃٌ۔ (۴۳)

بے شک سارے مسلمان آپس میں بھائی ہیں۔

ان کی قومیت کے عناصر ہی الگ ہیں، ان کی ملت کی ترکیب ہی جدا ہے، اسی لئے تو شاعر مشرق علامہ اقبال نے فرمایا:

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی (۴۴)

ظہور اسلام کے وقت دنیا میں جو مذاہب موجود تھے انہوں نے کبھی مذہبی اختلاف سے بالاتر رہ کر صرف انسانیت کی بنیاد پر بنی نوع انسان کو متحد ہونے کی دعوت نہیں دی تھی، بلکہ ان مذہبوں کے ماننے والے ایک دوسرے سے نہ صرف نفرت ہی کرتے تھے بلکہ مذہب کے نام پر دوسروں کو تکلیف پہنچانے کو ایک قسم کی عبادت اور اللہ تعالیٰ خوشنودی کا ذریعہ بھی سمجھتے تھے۔ اسلام نے انسانیت کی بنیاد پر تمام انسانوں کو یگانگت کا نعرہ بلند کر کے بنی نوع انسان کے روبرو ایک نئی راہ کھول دی تھی۔

اسلام نے اپنی دعوت کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر قائم کی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا یہ اسلامی تصور مذہب سے کہیں زیادہ بنی نوع انسان اور انسانی معاشرہ کی اصلاح اور استحکام کے خیال پر مبنی تھا، اور اسلام اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرانے کے بعد انسان کے ذہن کو اس طرح جاننا چاہتا تھا کہ جب پوری کائنات کا خالق اور مالک ایک ہی ہے تو اس کے نام پر مخلوق کے

درمیان نفرت اختلافات اور کشیدگی کا وجود باقی نہیں رہنا چاہئے۔

سرور کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ حجۃ الوداع کے متعلق یہ کہا جائے کہ آسمان نے روز وشب کی ہزار کروٹیں بدلیں لیکن احترام انسانیت کے لئے اس سے زیادہ پر درد اور پرخلوص آواز نہیں سنی، تو یقیناً اس میں کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔ آج دنیا میں ہر طرف حقوق انسانی کا چرچا ہے۔ لیکن کون نہیں جانتا کہ یہ سب باتیں نقاب کے مانند ہیں، جن کے نیچے دنیا کے گوشے گوشے میں قدر حریت اور شرف انسانیت کی مٹی پلید ہو رہی ہے۔ تہذیب حاضر نے انسانیت پر ظلم وستم کے نئے نئے طریقے ایجاد کئے ہیں اور یہ طریقے ایسے ہولناک ہیں جس کی مثال تاریخ عالم کا کوئی تاریک سے تاریک صفحہ پیش نہیں کر سکتا۔ جو قومیں حقوق انسانی کی پاسبانی کے بلند و بانگ دعوے کر رہی ہیں وہی انسانیت کا خون چوسنے میں پیش پیش ہیں۔

خطبہ حجۃ الوداع نہ کسی سیاسی مصلحت کا نتیجہ تھا نہ کسی وقتی جذبہ کی پیداوار، یہ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی رعایا کے نام آخری پیغام تھا۔ جس میں یہ بتایا گیا کہ انسانیت کی بقاء کا راز احترام انسانیت میں مضمر ہے۔ دوسری طرف اعلان خداوندی ہوا:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ۔ (۴۵)

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔

اسلام ہی بین الاقوامی مذہب ہے

مذہب اسلام تبلیغی ہے: پروفیسر میکس طر کی مشہور تقسیم کے لحاظ سے مذاہب عالم کے منجملہ عیسائیت بدھ مت، اور اسلام تبلیغی مذاہب ہیں، لیکن بدھ مت اور عیسائیت کے بارے میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ اپنی اصلی تعلیمات اور تاریخ کے مطابق یہ تبلیغی نہیں، اس کے برخلاف اسلام قرآن وحدیث کی تعلیمات اور اپنی تاریخ کی بناء پر ایک تبلیغی مذہب ہے۔ چنانچہ قرآن کریم پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہتا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ (۴۶)

ہم نے آپ (ﷺ) کو دونوں جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

تمام مذاہب عالم میں عیسائیوں کو چھوڑ کر صرف مسلمان ہی ایک عالمگیر قوم ہیں، چنانچہ ایک عیسائی ایڈورڈ جرجی لکھتا ہے:

''اسٹیج دنیا کا عمومی جغرافیہ ہے، جس میں زمین کے تمام براعظم شامل ہیں۔ زمانہ ساتویں صدی عیسوی کے بعد کی تاریخ ہے۔ ڈرامے کے افراد اور شخصیتیں بنی نوع انسان کی مختلف و متعدد نسلیں ہیں، عرب، ایران، ترک، یورپی، منگولی، حبشی، ہندو، انڈونیشی، سیاہ فام اور گورے ہر روغن والے، عنوان اگرچہ عربوں کا ہے۔ لیکن اصل کردار ہمیشہ خود اسلام نے ادا کیا ہے۔ اگر اسلام کی چہا گونہ (زمان مکان، نسل اور زبان کے) کوئی معنی ہیں تو وہ یہی کہ اللہ تعالیٰ کے دین نے دنیا کی اجتماعی زندگی میں ایک زبردست کردار ادا کیا اور انسانیت نواز حصہ لیا ہے۔'' (۴۷)

کائنات میں کئی طرح سے ہم آہنگی و یک رنگی ہے، ہم آہنگی کا کمال دیکھئے کہ ہر دل ایک منٹ میں ۷۰ تا ۷۲ دفعہ دھڑک رہا ہے۔ ہر پھیپھڑا ایک دقیقے میں ۱۶ سے ۱۷ دفعہ سانس لے رہا ہے۔ پانی کی سطح ہر جگہ برابر ہے۔ ہوا ہر مقام پر پانی سے ہلکی ہے۔ الغرض بہار و خزاں، موت و حیات اور گردش نجوم و شمس وغیرہ میں ایک زبردست تناسب، حیرت انگیز ہم آہنگی اور ایک ایمان افروز یکسانیت پائی جاتی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:

مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ط فَارْجِعِ الْبَصَرَ لا هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ O (۴۸)

اللہ رحمٰن کی تخلیق میں کوئی بے ضابطگی یا فقدان ہم آہنگی نظر نہیں آئے گی۔ دوبارہ (نظریں ڈال کر) دیکھ کیا تمہیں کوئی شگاف بھی نظر آ رہا ہے۔

قدیم دنیا کے جن علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہ نسل انسانی کی تمام اصلی اور بڑی نسلوں کی نمائندہ ہے۔ چنانچہ جب ہم قدیم دنیا کے مذہبی فرقوں کی نسل تقسیم پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مسلم اقوام میں سامی نسل، آریائی نسل اور منگولی نسل کے اکثریتی علاقے داخل ہیں اور ان کی آزاد سلطنتیں ان تینوں بنیادی نسلوں کی نمائندہ ہیں۔ مسلمانوں کی یہ خصوصیت ایسی ہے جو دنیا کے دیگر مذاہب کے پیروؤں کو حاصل نہیں۔ اس کی وجہ سے مسلمان ان تینوں نسلوں کی

ممیز خصوصیات کے جامع ہیں اور ان کی تہذیب وتاریخ کو ایسی رنگارنگی وہم آہنگی ملی ہے جو انہیں زمان ومکان کے تغیرات میں باقی رہنے اور اسلامی تہذیب کی بنیادی یکسانیت کو برقرار رکھنے میں بڑی مدد دیتی ہے۔

مذاہب عالم میں اسلام اپنے مخصوص نظریے کے باعث جداگانہ حیثیت کا حامل ہے۔ جس کے امتیازی اور مخصوص پہلوؤں میں سے دو پہلوؤں کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے جو اس کی مرکزیت اور استحکام کا اصلی ذریعہ رہے ہیں۔

دنیا کے دیگر مذاہب کے برخلاف اسلام کا مرکز محفوظ رہا اور اس پر کبھی بھی دیگر مذاہب کا تسلط قائم نہ ہوسکا۔ اسی طرح اس کی کتاب کی زبان (عربی) کی حیثیت سے محفوظ ہے۔ اور حج کے فریضہ کے ذریعہ اس سرزمین اور اس کی زبان سے مسلمانان عالم کے باہمی روابط اور ہم آہنگی کو باقی رکھا گیا ہے۔ اس طرح اسلام اپنے ماننے والوں کو نہ صرف ایک مکمل ضابطہ حیات عطا کرتا ہے بلکہ اس محفوظ ضابطہ وحیات کے سیاسی تقاضے کی تقویت کے لئے انہیں ایک محفوظ مرکز بھی عطا کرتا ہے۔

اسلام کے عالمگیر قوانین کی فطری ہم آہنگی

اسلامی نظریہ حیات کی بڑی طاقت اس کی سادگی اور فطرت کے عین مطابق ہونا ہے۔ عقیدہ توحید (جو اسلام کی اساس ہے) سے زیادہ سادہ اور فطری عقیدہ ناقابل تصور ہے۔ یہ معمولی سمجھ بوجھ کے آدمی کے لئے بھی اسی طرح قابل فہم ہے جس طرح اعلیٰ دماغ مفکر اور فلسفی کے لئے اس عقیدہ کی صحت اور سچائی کے قائل کے لئے اس عقیدہ کے پیغامبر کی صداقت کا اقرار ایک طبعی نتیجہ ہے۔ اسلامی عقیدے کے یہ دو اجزائے ترکیبی (توحید ورسالت) نہایت مختصر اور سادہ ہیں۔ عقیدہ سے آگے بڑھ کر دوسرے درجہ پر اعمال مذہبی میں نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ ہیں۔ جو اپنے معنی اور غایت میں کوئی ابہام اور پیچیدگی نہیں رکھتے اور عقیدہ کی طرح ایک عالم اور عامی دونوں کے لئے قابل فہم ہیں۔

بنیادی عقائد اور بنیادی اعمال وفرائض مذہبی کی یہ ہم آہنگی اور سادگی دیگر مذاہب عالم میں

نہیں پائی جاتی۔

اسلام کی اسی سادگی کے بارے میں ایک عیسائی ایڈورڈ عطیہ کی شہادت یہ ہے:

''وہ چٹان جس پر اسلام کھڑا ہے جنت کی وہ واحد کلید جو اسلام کے پیروؤں کے لئے ضروری ہے وہ قرآن کریم ہے۔ یہ ایک سادہ اور عملی مذہب ہے، جس کے اصولوں میں ناممکنات کو حاصل کرنا داخل نہیں۔ بلکہ ان چیزوں کا حصول کافی ہے جو کم سے کم تعلیم وتربیت یافتہ آدمی کے بھی بس میں ہوں۔''(۴۹)

یہی سادگی اسلام کی وہ معجزانہ طاقت تھی جس نے نہ صرف دنیا کے جدید ترین مذہب (سکھ مذہب) کو متاثر کیا بلکہ قدیم مذاہب کو بھی متاثر کیا ہے۔ چنانچہ جہاں تک عیسائیت کا تعلق ہے خود عیسائی اور مغربی مصنفین بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ عہد اصلاح کی مساعی اسلام تعلیمات اور مسلمانوں کی معارف پروری اور حکمت نوازی کی شرمندۂ احسان ہیں، لیکن دوسرے مذاہب بھی اسلام کے اس فیضان سے محروم نہیں۔ جس کی جھلک درج ذیل ہے:

آپ کہہ دیں! اے الہامی کتاب کے ماننے والو! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو نہ پوجیں اور اس کا کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم اللہ کو چھوڑ کر اپنے ہی میں سے کسی کو رب نہ بنالیں۔ اگر یہ لوگ منہ موڑیں تو کہہ دو کہ گواہ رہو ہم تو اس پر سر تسلیم خم کر چکے۔

ایک اور آیت قرآن کریم میں دو جگہ بہت خفیف لفظی فرق سے دہرائی گئی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْ وَالنَّصَارٰى وَالصَّابِئِيْنَ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ لْاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۝ (۵۰)

یعنی جو لوگ ایمان لائے (پیغمبر اسلام ﷺ پر) اور جو لوگ یہودی ہیں نیز عیسائی اور صابی مذہب والے غرض جو بھی اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور نیک کام کرے تو ایسوں کو اجر ان کے رب کے پاس ملے گا اور ان پر کوئی خوف کی وجہ ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

ڈاکٹر محمد حمیدؒ مندرجہ بالا آیات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''صلح کل، اعتدال پسندی اور انتہائی وسعت قلبی کی اس عجیب وغریب تعلیم میں کہیں بھی یہ نہیں کہا گیا ہے کہ یہودی، عیسائی اور صابی اور دیگر مذاہب کے لئے اپنے اپنے مذہب کو ترک کریں، بلکہ اپنے اپنے الہامی مذہب ہی کی تجدید کرتے ہوئے چند بنیادی امور پر عمل کریں، یعنی اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننا، مرنے کے بعد حساب کتاب کا یقین کرنا اور زندگی بھر عمل صالح کرنا یہ اجر ملنے اور خوف سے بچنے کے لئے کافی ہے۔ حقیقت میں یہ ایک طرح سے ایک بنیادی مذہب مرتب کرنا تھا اور اسی بنیاد پر مذہب کو''۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ۔(۵۱)

بے شک دین جو ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں سو یہی مسلمانی حکم برداری۔ اور

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ۔(۵۲)

اور جو کوئی چاہے سوا دین اسلام کے اور کوئی دین سو اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا کہا گیا۔

ان آیات میں اسلام نے مذاہب عالم کو دعوت دی اور آج بھی وہ دعوت باقی ہے کہ اپنے ہاں کے اصلی مذاہب پر رجوع کرو بعد کے زمانہ کے حذف واضافہ سے باز آ جاؤ اور توحید، قیامت اور عمل صالح مابہ الاشتراک امر پر انضمام نہیں، تو وفاق کر لو مذہب کی اصلی تعلیم کو مانیں تو پھر اصول کی حد تک اختلاف ہے ہی نہیں اور چونکہ بلا استثناء ہر جگہ اور ہر مذہب وملت میں ایک آخری تسکین دہندہ کی بشارت وپیشین گوئی موجود ہے اس لئے اپنے مذہب کی کامل تعمیل میں اس کی اطاعت بھی آتی ہے۔ یوں بھی نجات کے اس طریقہ سے، استدلال کے لئے نبی عربی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہی میں پیش کرنا انہی کے لئے ضروری ہوگا۔ اس طرح مذہبی تعصب کی مصیبت سے انسان کو نجات مل جاتی ہے اور لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ (سورۃ البقرہ) ایک ایسا سنہری اصول تھا جو اس سے پہلے کہنا چاہئے کہ سنا ہی نہیں گیا تھا۔(۵۳)

تعلیمات نبوی ﷺ میں مذہبی اعتدال پسندی اور روشن خیالی کی اہمیت

علامہ سید سلیمان ندوی محسن انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں مذہبی اعتدال پسندی کی اہمیت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہود تورات کے سوا کچھ نہیں مانتے، عیسائی توراۃ کے احکام نہیں مانتے، لیکن اس کی اخلاقی نصیحتوں کو قبول کرتے ہیں، تاہم انجیل سے پہلے کی دوسری زبانوں اور ملکوں کی آسمانی کتابوں کی نسبت مسلمانوں کی طرح ادب اور احتیاط کا پہلو بھی اختیار نہیں کرتے، پارسی اوستا کے باہر خدا کے کلام ہونے کا شبہہ بھی نہیں کر سکتے اور برہمن ویدوں کے باہر خدا کے فیضان کا تصور بھی نہیں کر سکتے، لیکن قرآن کریم پر ایمان لانے والا مجبور ہے کہ صحیفہ ابراہیم، تورات، زبور اور انجیل کو اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر یقین کرے اور دوسری اگلی آسمانی کتابوں کی جن میں آسمانی تعلیمات کی خصوصیتیں پائی جاتی ہوں، تکذیب نہ کرے کہ ان کا کتب الٰہی ہونا ممکن ہے۔''

عالمی مذاہب سے اتحاد قائم کرنے اور رواداری اختیار کرنے کا حکم

حقیقت میں اسلام کی یہ تعلیم دنیا کی مہتم بالشان تعلیمات میں سے ہے، جس کا وجود کسی دوسرے مذہب میں نہ تھا، یہ رواداری بے تعصبی اور عام انسانی اخوت کی سب سے بڑی تعلیم ہے، یہودی اپنی کتاب کو چھوڑ کر تمام دوسری آسمانی کتابوں سے انکار کر کے بھی نجات کا منتظر رہ سکتا ہے۔ عیسائی تورات اور تمام دوسرے صحیفوں کا انکار کر کے بھی آسمانی بادشاہی کا متوقع ہو سکتا ہے، پارسی اوستا کے سوا دوسری ربانی کتابوں کو باطل مان کر بھی مینو جنت کا استحقاق پیدا کر سکتا ہے، ہندو اپنے دیدوں کے سوا دنیا کی تمام آسمانی کتابوں کو دجل وفریب مان کر بھی آواگون سے نجات حاصل کر سکتا ہے، بودھ مت والے اپنے سوا تمام دنیا کی وحیوں کا انکار کر کے بھی نروان کا درجہ حاصل کر سکتے ہیں، مگر مسلمان جب تک قرآن کریم کے ساتھ تمام دنیا کی آسمانی کتابوں کو منجانب اللہ نہ تسلیم کرے جنت کا مستحق نہیں ہو سکتا۔

یہ تعلیم صرف نظریہ کی حیثیت نہیں رکھتی بلکہ عملاً اس پر اسلامی حکومت کے قوانین اور احکام

پرمبنی ہیں، یہودیوں کی نظر میں صرف دو ہی قومیں ہیں، بنی اسرائیل اور غیر بنی اسرائیل یا اسرائیل کا گھرانہ، اور غیر قومیں یا مختون اور غیر مختون اور ان ہی دونوں تقسیموں پر ان کے قانون کی بنیاد ہے، عیسائیوں میں مذہبی حیثیت سے بھی یہود اور بت پرست گو کہ تین قومیں مانی جاتی ہیں، مگر چونکہ ان کے مذہب میں قانون نہیں ہے، اس لئے وہ اکثر امور میں رومن لا، کے پیرو رہے ہیں، لیکن رومن عیسائیوں میں بھی ملکی حیثیت سے دو ہی تقسیمیں ہیں، رومی اور غیر رومی۔ ایک رومی ملک میں غیر رومی کا کوئی حق نہیں کہ رومی حکومت کے لئے اور غیر رومی غلامی کے لئے پیدا ہوا ہے، پارسیوں میں نژادان، ایران اور بیرونی لوگ دنیا کی دو ہی حیثیتیں ہیں، ہندوؤں میں اونچی ذاتیں اور اچھوت قوموں کی دو ہی صورتیں ہیں۔

مگر اسلام کے گزشتہ عقیدہ کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قانونی حیثیت سے دنیا کی قوموں کو چار طبقوں میں تقسیم فرمایا، اور ان کے علیحدہ علیحدہ حقوق قرار دیئے، جن پر اسلام کی تیرہ صدیوں میں برابر عمل ہوتا رہا۔ یہ تقسیمیں حسب ذیل ہیں:

- جو قرآن کریم اور دوسری آسمانی کتابوں کو کتب الٰہی یقین کرتے ہیں، ان میں سے ہر ایک دوسرے کا بھائی اور ہر اچھائی اور برائی میں ایک دوسرے کا شریک ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوسکتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تعلیم نے دنیا میں امن وامان اور مسلمانوں میں مذہبی اعتدال پسندی کے پیدا کرنے میں کتنا عظیم الشان حصہ لیا ہے، یہی وہ نظریہ تھا جس نے مسلمانوں کو اپنے مذہبی عقائد وشریعت کی سخت پیروی کے باوجود دنیا کی دوسری قوموں کے ساتھ مشارکت اور میل جول کے لئے آمادہ کیا، اور مجوسیوں، صابیوں، یہودیوں، عیسائیوں اور ہندوؤں کے ساتھ مل کر مختلف ملکوں میں ان ملکوں کے مناسب مختلف تمدنوں کی بنیاد رکھنے کی ان میں قوت پیدا کی۔

- اہل کتاب یعنی ان کتابوں کے پیرو جن کے نام قرآن کریم میں مذکور ہیں یا یوں کہو کہ جو قرآن کریم کو گو آسمانی کتاب نہیں مانتے، مگر ان کتابوں میں سے جن کا نام قرآن کریم میں مذکور ہے کسی کو وہ آسمانی کتاب مانتے ہیں، وہ اپنی حفاظت کا مالی ٹیکس (جزیہ) ادا

کر کے اسلامی حکومتوں کی حدود میں رہ سکتے ہیں، ان کے معابد اور مذہبی عمارتیں محفوظ رہتی ہیں، ان کو اپنے مذہب پر مجبور نہیں کیا جاتا، ان کی جان و مال اور عزت و آبرو کے مسلمان محافظ ہوتے ہیں، ان کی عورتوں سے مسلمان نکاح کر سکتے ہیں، اور ان کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا جانور کھا سکتے ہیں، ان کا جائز کھانا وہ کھا سکتے ہیں، اور وہ اپنا کھانا ان کو کھلا سکتے ہیں۔

- شبہ اہل الکتاب، یعنی وہ لوگ جو قرآن کریم اور تورات وانجیل و زبور کو نہیں مانتے، مگر وہ خود ان کے علاوہ کسی آسمانی کتاب پر ایمان لانے کے مدعی ہیں، جیسے صابی جو ایک آسمانی کتاب رکھنے کے دعویٰ کے باوجود ستاروں کو پوجتے تھے، اور مجوسی یعنی پارسی جو ایک آسمانی کتاب رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں اور ساتھ ہی سورج، آگ اور دیگر مظاہر قدرت کی پرستش کرتے ہیں، ترکستان اور سندھ کی فتح کے موقع پر علمائے اسلام نے انہی پر قیاس کر کے ہندوؤں اور بودھوں وغیرہ کو بھی اسی صنف میں داخل کیا، مسلمان ان کی عورتوں سے نکاح نہیں کر سکتے اور ان کا ذبیحہ نہیں کھا سکتے، ان دو باتوں کے علاوہ اہل کتاب کے بقیہ تمام حقوق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عطا کئے ہیں، وہ اسلامی حکومتوں میں ادائے جزیہ کے بعد ہر قسم کے ملکی حقوق میں شریک ہیں، ان کی جان و مال و آبرو اور ان کے معبدوں کی حفاظت اسلامی حکومتوں کا فرض ہے۔
- کفار و مشرکین، یعنی وہ لوگ جن کے پاس نہ کوئی آسمانی کتاب ہے اور نہ وہ کسی دین الٰہی کی طرف منسوب ہیں۔ (۵۴)

میثاق مدینہ عالمی مذاہب کے درمیان اتحاد کا نمونہ

ہجرت مدینہ یکم ہجری کے بعد رسالت مآب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود مدینہ کے ساتھ تاریخ ساز معاہدہ ''میثاق مدینہ'' کیا جو غیر مسلم رعایا کے ساتھ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا معاہدہ ہے۔ یہ معاہدہ مذہبی اعتدال پسندی اور فراخ دلی کی ایک ایسی مثال ہے جس پر دنیا فخر کر سکتی ہے۔ موجودہ دور کی اقوام متحدہ بھی فریقین میں اس سے بہتر اور اعتدال پسندی، روشن خیالی پر مبنی معاہدہ نہیں کرا سکتی۔

''میثاق مدینہ'' انسانیت کے تاجدار مذہبی اعتدال پسندی کے علمبردار، محسن انسانیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی بصیرت اور حسن تدبر کا مثالی اور تاریخی شاہکار ہے۔ جس سے اسلامی سوسائٹی کے مقاصد، پرامن بقائے باہمی، مثالی مذہبی اعتدال پسندی، قیام امن اور انسانی اقدار کے تحفظ میں بھرپور مدد ملی، ایک عظیم الشان ریاست کی تاسیس اور تنظیم وتدبیر، سرکار دو عالم کا وہ کارنامہ ہے جس کی نظیر تاریخ عالم پیش نہیں کر سکتی۔

اس تاریخی معاہدہ کی بدولت غیر مسلموں اور مختلف المذاہب افراد اقوام کے حقوق و فرائض، اور مذہبی ازادی اور اعتدال پسندی، روشن خیالی کا اصول وضع ہوا، چنانچہ یہود مدینہ اور دیگر غیر مسلم اقلیتوں کو مذہبی رواداری پر مبنی اس تاریخی صحیفہ کی بدولت مندرجہ ذیل حقوق ومراعات حاصل ہوئیں۔

- اللہ تعالیٰ کی حفاظت وضمانت ہر فریق کو حاصل ہے۔
- امت کے غیر مسلم ممبروں کو بھی مسلمانوں کی طرح سیاسی اور مذہبی حقوق حاصل ہیں، امت کے ہر گروہ کو مکمل مذہبی آزادی اور اندرونی خودمختاری حاصل ہے۔
- امت کے دشمنوں سے مسلم اور غیر مسلم دونوں مل کر جنگ کریں گے او مشترکہ طور پر اخراجات جنگ برداشت کریں گے، مسلم اور غیر مسلم دونوں ایک دوسرے کے بہی خواہ ہیں۔(۵۵)

نامور عرب محقق اور سیرت نگار محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں: ''یہ وہ تحریری معاہدہ ہے جس کی بدولت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال قبل ایک ایسا ضابطہ انسانی معاشرہ میں قائم کیا جس سے شرکاء معاہدہ میں ہر گروہ اور ہر فرد کو اپنے اپنے عقیدہ و مذہب کی آزادی کا حق حاصل ہوا، انسانی زندگی کی حرمت قائم ہوئی''۔(۵۶) ''یہودیوں کے ساتھ مذہبی اعتدال پسندی، روشن خیالی، آزادی اور ان کے حقوق کے تحفظ کی یہ تاریخ ساز دستاویز اور اس کی دفعات اپنی حقیقت پر آپ گواہ ہیں۔ مذہبی اعتدال پسندی، امن وسلامتی، آزادی اور انصاف کا ہر جوہر اس میں موجود ہے۔''(۵۷)

اسلام سارے طبقات انسانی کے لئے رحمت بن کر آیا تھا، اس نے غیر مسلم رعایا کو بھی اس سے محروم نہیں رکھا، اوران کو اتنے حقوق دیئے جس کی نظیر اس سے پہلے نہیں ملتی، آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قریب قریب پورا جزیرۃ العرب زیر نگین ہو چکا تھا۔ غیر مسلم رعایا کی حیثیت سے سب سے پہلا معاملہ نجران کے عیسائیوں کے ساتھ پیش آیا، ان کو آپ نے جو حقوق دیئے وہ اب تک تاریخوں میں محفوظ ہیں، جن کو میں بعینہ نقل کرتی ہوں۔

"نجران اوران کے اطراف کے باشندوں کی جانیں ان کا مذہب ان کی زمینیں ان کا مال ان کے حاضر و غائب، ان کے وفد، ان کے قاصد، ان کی مورتیں، اللہ تعالیٰ کی امان اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ضمانت میں ہیں، ان کی موجودہ حالت میں کوئی تغیر نہ کیا جائے گا، اور نہ ان کے حقوق میں کسی حق میں دست اندازی کی جائے گی، اور نہ مورتیں بگاڑی جائیں گی، کوئی اسقف اپنی اسقفیت سے، کوئی راہب اپنی رہبانیت سے، کنیسہ کا کوئی منتظم اپنے عہدہ سے، نہ ہٹایا جائے گا اور جو بھی کم یا زیادہ ان کے قبضہ میں ہے اسی طرح رہے گا، ان کا زمانہ جاہلیت کے کسی جرم یا خون کا بدلہ نہ لیا جائے گا، نہ ان کو ظلم کرنے دیا جائے گا اور نہ ان پر ظلم ہوگا، ان سے جو شخص سود کھائے گا وہ میرے ضمانت سے بری ہے۔" (۵۸)

اس صحیفہ میں جو لکھا گیا ہے اس کے ایفا کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی امان اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری ہے، یہاں تک کہ اس بارہ میں اللہ تعالیٰ کا کوئی دوسرا حکم نازل نہ ہو، جب تک وہ لوگ مسلمانوں کے خیر خواہ رہیں گے، ان کے ساتھ جو شرائط کے گئے ہیں ان کی پابندی کریں گے، ان کو ظلم سے کسی بات پر مجبور نہ کیا جائے گا۔ اس معاہدہ سے حسب ذیل حقوق متعین ہوتے ہیں:

- ان کی جان محفوظ رہے گی۔
- ان کی زمین، جائیداد اور مال وغیرہ ان کے قبضہ میں رہے گا۔
- ان کے کسی مذہبی نظام میں تبدیلی نہ کی جائے گی، مذہبی عہدے دار اپنے اپنے عہدہ پر برقرار رہیں گے۔

- صلیبوں اور مورتوں کو نقصان نہ پہنچایا جائے گا۔
- ان کی کسی چیز پر قبضہ نہ کیا جائے گا۔
- ان سے فوجی خدمت نہ لی جائے گی۔
- اور نہ پیداوار کا عشر لیا جائے گا۔
- ان کے ملک میں فوج نہ بھیجی جائے گی۔
- ان کے معاملات و مقدمات میں پورا انصاف کیا جائے گا
- ان پر کسی قسم کا ظلم نہ ہونے پائے گا۔
- سودخوری کی اجازت نہ ہوگی۔
- کوئی ناکردہ گناہ کسی مجرم کے بدلہ میں نہ پکڑا جائے گا۔
- اور نہ کوئی ظالمانہ زحمت دی جائے گی۔

اس زمانہ کی مذہبی حکومتیں اس سے زیادہ حقوق اور کیا دے سکتی ہیں، ان میں وہ ساری چیزیں آ گئی ہیں جو ایک محکوم حقوق کے تحفظ اور اس کی باعزت زندگی کے لئے ضروری ہیں، اس سے زیادہ حقوق خود اپنی حکومت بھی نہ دے سکتی، اس نام نہاد جمہوریت اور آزادی و مساوات کے دور میں غیر مذہب اور غیر قوم کے محکوموں کو جو حقوق حاصل ہیں، ان پر یورپ کی حکومت قوموں کی تاریخ خود شاہد ہے۔

اسی زمانہ کے لگ بھگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ سنائی کے قریب واقع راہب خانہ سینٹ کیتھرین کے راہبوں کو، بلکہ سارے عیسائیوں کو سند نامہ حقوق Charter عطا فرمایا۔ جس کے بارے میں بجا طور پر کہا گیا ہے کہ دنیا کی تاریخ روشن خیالی اور رواداری کی جو اشرف ترین یادگاریں پیش کر سکتی ہے یہ ان میں سے ایک ہے۔ یہ دستاویز، جسے مورخین اسلام نے حرف بحرف قلم بند کیا ہے، وسعت نظری، اعتدال پسندی اور روشن خیالی کا ایک حیرت انگیز نمونہ ہے۔ اس دستاویز کی رو سے عیسائیوں کو چند ایسی استثنائی مراعات حاصل ہوئیں جو انہیں اپنے ہم مذہب حکمرانوں کے تحت بھی نصیب نہ ہوئی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کر دیا کہ اس

دستاویز میں جو احکام مندرج ہیں، اگر کوئی مسلمان ان کی خلاف ورزی کرے گا یا ان سے ناجائز فائدہ اٹھایا گا تو اسے معاہدہ الٰہی سے روگردانی کرنے والا، اس کے احکام کی خلاف ورزی کرنے والا اور اس کے دین کی تذلیل کرنے والا تصور کیا جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عیسائیوں کی حفاظت، ان کے گرجوں اور ان کے پادریوں کے مکانوں کی پاسبانی اور انہیں ہر طرح کے گزند سے بچانے کی ذمہ داری اپنی ذات پر بھی اور اپنے متبعین پر بھی عائد کی۔ عیسائیوں سے یہ وعدہ کیا گیا کہ: ﴿ ﴾ ان پر کوئی ناجائز ٹیکس نہ لگائے جائیں گے۔ ﴿ ﴾ ان کا کوئی پادری اپنے علاقے سے نہ نکالا جائے گا۔ ﴿ ﴾ کسی عیسائی کو اپنا مذہب ترک کرنے پر مجبور نہ کیا جائے گا۔ ﴿ ﴾ کسی راہب کو اس کے راہب خانے سے خارج نہ کیا جائے گا اور ﴿ ﴾ کسی زائر کو سفر زیارت سے نہ روکا جائے گا۔ ﴿ ﴾ ان کو اس کی بھی ضمانت دی گئی کہ مسجدیں یا مسلمانوں کے رہنے کے مکان بنانے کے لئے کوئی گرجا مسمار نہ کیا جائے۔ ﴿ ﴾ جن عیسائی عورتوں نے مسلمانوں سے شادی کر رکھی تھی، ان کو یقین دلایا گیا کہ وہ اپنے مذہب پر قائم رہنے کی مجاز ہوں گی اور اس بارہ میں ان پر کوئی جبر و اکراہ نہ کیا جائے گا۔ ﴿ ﴾ اگر عیسائیوں کو اپنے گرجاؤں یا خانقاہوں کی مرمت کے لئے یا اپنے مذہب کے کسی اور امر کے بارے میں امداد کی ضرورت ہوگی تو مسلمان انہیں امداد دیں گے۔ ﴿ ﴾ اس امداد کو ان کے مذہب میں شریک ہونے سے تعبیر نہ کیا جائے گا۔ بلکہ اسے حاجت مندوں کی حاجت براری اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان احکامات کی اطاعت سمجھا جائے گا جو عیسائیوں کے حق میں صادر کیے گئے تھے۔ ﴿ ﴾ اگر مسلمان کسی بیرونی عیسائی طاقت سے برسر جنگ ہوں گے تو مسلمانوں کے حدود کے اندر رہنے والے کسی عیسائی سے اس کے مذہب کی بناء پر حقارت کا برتاؤ نہ کیا جائے گا۔ اگر کوئی مسلمان کسی عیسائی سے ایسا برتاؤ کرے گا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کا مرتکب تصور ہوگا۔ ﴿ ﴾ جو شخص بدی کا بدلہ بدی سے دینے کی طاقت رکھتا ہو، لیکن اس کے باوجود عفو کے خدائی اصول کی نہ صرف تلقین کرے بلکہ اس پر عمل بھی کرے، اس کی سیرت سے متعلق انسانوں کے دل میں ہمیشہ عظمت و بزرگی کا خیال پیدا ہوا ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رئیس مملکت اور رعایا کی جان و آزادی کے محافظ کی حیثیت سے عدل کرتے تھے تو آپ

صلی اللہ علیہ وسلم ہر مجرم کو اس کے جرم کی پوری پوری سزا دیتے تھے۔لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور معلم اسلام کی حیثیت سے اپنے بدترین دشمنوں سے بھی نرمی اور رحم کا سلوک کرتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں وہ افضل ترین صفات جن، کا تصور انسان کرسکتا ہے، یعنی عدل اور رحم مجتمع تھیں۔(۵۹)

اسی تاریخی اور ناقابل تردید حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے یورپ کا مشہور مورخ ایڈورڈ گبن **Edward Gibbon** لکھتا ہے:

''عیسائی رعایا کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا تامل ان کے جان و مال کا تحفظ، پیشہ کی آزادی اور مذہبی رواداری کی ضمانت دی۔''(۶۰)

اس موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین مکہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا: ''تم پر کوئی ملامت نہیں۔جاؤ تم سب آزاد ہو۔''

صرف یہی نہیں محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے رواداری اور عام معافی کے اس مثالی اعلان کے ساتھ امن کے قیام اور استحکام کے لئے مندرجہ ذیل ہدایات جاری فرمائی تھیں۔

- جو کوئی ہتھیار پھینک دے اسے قتل نہ کیا جائے۔
- جو کوئی خانہ کعبہ کے اندر پہنچ جائے اسے قتل نہ کیا جائے۔
- جو کوئی اپنے گھر میں بیٹھ رہے اسے قتل نہ کیا جائے۔
- جو کوئی ابوسفیان کے گھر جا رہے اسے قتل نہ کیا جائے۔
- جو کوئی حکیم بن حزام کے گھر جا رہے اسے قتل نہ کیا جائے۔
- بھاگ جانے والے کا تعاقب نہ کیا جائے۔
- زخمی کو قتل نہ کیا جائے۔(۶۱)

مشہور ہندو سیرت نگار سوامی لکشمن پرشاد! ''فتح مکہ'' کے موقعہ پر محسن انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مثالی عفو و درگزر اور اعتدال پسندی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''جانی دشمنوں کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اس انتہائی کریم النفسی اور

اعتدال پسندی کا عہد جدید کی دعویدار تہذیب وتمدن کی حکومتوں کی ان شرمناک عیارانہ چالوں سے مقابلہ کیا جائے جو انہوں نے ۱۹۱۴ء کی عالم سوز جنگ میں ایک دوسرے کو سامان خورد ونوش سے محروم کرنے کے لئے استعمال کیں، تو اس کی قدر وقعت بدرجہا بڑھ جاتی ہے۔" (۶۲)

اہل مغرب (یورپ وامریکہ) کی دہشت گردی کے بدلتے تصورات اور اُمّتِ مسلمہ!

عصر حاضر میں بدامنی و دہشت گردی ایک سنگین مسئلہ ہے۔ دہشت گردی کے واقعات میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے۔ بیشتر اسلامی ممالک کے عوام بدامنی اور عدم تحفظ کا شکار ہیں۔ ۱۱ستمبر ۲۰۰۱ء کو برق صرف ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر ہی نہیں گری تھی بلکہ اس کی زد میں پوری دنیا کا امن و امان آ گیا ہے۔ یہ واقعہ خصوصاً مسلم امہ کے لئے ایک ایسے سانحے کی شکل میں ہے جس کے برے اثرات رہ رہ کر سامنے آ رہے ہیں۔

جو شواہد نامہ برطانوی پارلیمنٹ کے سامنے پیش کیا ہے اور جو ۷۰ نکات پر مشتمل ہے وہ ناقابل اعتبار ہے۔ اس رپورٹ کے پہلے ہی پیراگراف میں اعتراف ہے:

"یہ دستاویز اسامہ بن لادن کے خلاف مقدمے کو کسی قانونی عدالت میں پیش کرنے کے لائق بناتی نظر نہیں آتی"

معروف تجزیہ نگار رابرٹ فسک نے اسی تناظر میں لکھا ہے: "امریکیوں کو اسے شرق اوسط میں منوانے میں سخت دقت پیش آ رہی ہے۔ اس کا امکان نہیں ہے کہ برطانوی حکومت کی دستاویز جس میں ۱۱ر ستمبر کی ہلاکتوں کی ذمہ داری اسامہ بن لادن پر ثابت کی گئی ہے۔ عرب دنیا کو مغرب کی دہشت گردی کے خلاف جنگ پر مجتمع کر سکے۔ مذکورہ دستاویز میں ۷۰ میں سے صرف ۹ نکات اس واقعے کی تفتیش کی صورت حال کیا ہے۔ یہ جاننے کے لئے دیکھے گئے: "اب تک ۱۹ر مردہ ہائی جیکروں سے ملنے والے سراغوں پر ۵۴۰ر تفتیشی انٹرویو کئے گئے ہیں۔ ۴۳۸۷ ہزار ۴ر سو عدالتی سمن جاری ہوئے ہیں اور ۵۵۰ سے زیادہ افراد کو گرفتار کیا گیا ہے۔ اور یہ وہ ہے جو امریکہ کی حدود

کے اندر رہوا۔ دیگر ۲۵ ملکوں سے مزید ۵۰/افراد گرفتار کیئے گئے ہیں تاہم ہائی جیکروں اور اسامہ بن لادن کے درمیان کوئی ٹھوس رابطہ عوام کے سامنے آنا ابھی باقی ہے۔"(۶۳)

اس تناظر میں یہ بات بخوبی سمجھی جا سکتی ہے کہ ۱۱ر ستمبر کا واقعہ ایک ڈھال تھا جسے سامنے رکھ کر بین الاقوامی طاقتوں نے اپنے کھیل کا آغاز کیا ہے۔ ورنہ درحقیقت بات وہ نہیں جو بیان کی جا رہی ہے۔

امت مسلمہ کو آج جس مسئلے کا سب سے زیادہ سامنا ہے وہ دہشت گردی ہے۔ پوری دنیا میں اس وقت یہ کیفیت ہے کہ ہر مسلمان کو مشکوک نظروں سے دیکھا جا رہا ہے اور خود اسلام کو (نعوذ باللہ) دہشت گردی کا مذہب قرار دے دیا گیا ہے۔ اور جو زیادہ مصلحت پسند بننے کی کوشش کرتا ہے وہ بھی اس قدر ضرور کہتا ہے کہ اسلام تو امن و آشتی کا مذہب ہے مگر بعض مسلمان دہشت گردی میں مبتلا ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ خود مسلمان سب سے زیادہ دہشت گردی کا شکار ہیں۔ اس موقع پر مسلم امہ پر سب سے پہلی ذمہ داری یہ عائد ہوتی ہے کہ وہ مغرب سے مرعوبیت کی بجائے جہاد کا اسلامی تصور پوری قوت کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کرے اور جہاد کے عمل کو اسلامی تعلیمات کے عین مطابق جاری کریں اور ان تمام خارجی عناصر کو جو اسلامی تعلیمات کا حصہ نہیں ہیں اپنی زندگیوں سے خارج کریں۔

دوسرے یہ کہ پہلے مرحلے پر یہ طے کیا جائے کہ دہشت گردی، وہ دوسرے کے نزدیک مجاہد حریت ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ ۱۹۸۰ء کے عشرے میں جب ڈک چینی جیسے سیاستدان نیلسن مینڈیلا کو دہشت گرد قرار دے رہے تھے اس وقت امریکی حکومت اسامہ بن لادن اور اس کے ساتھیوں کو جنگ آزادی کے سپاہی قرار دے کر ان کی تعریف کر رہی تھی۔ فلسطین کے رہنما یاسر عرفات دہشت گرد تھے، آئرلینڈ کی سن فین Sein Fein کے جس پر آدمس بھی جنوبی افریقہ کے نیلسن منڈیلا کی طرح دہشت گرد تھے اور اب وہ بڑے عظیم مدبر اور رہنما ہیں۔ کم از کم تین اسرائیل وزیر اعظم یا تو خود اپنے اعتراف کے مطابق دہشت گرد تھے، یا ان پر دہشت گردی کی کارروائیوں میں ملوث ہونے کا الزام قانونی طور پر لگایا جا سکتا تھا۔ (۶۴)

قومی و بین الاقوامی اتحاد کی تعلیم اور فرقہ واریت کی ممانعت

سیرت رسول ﷺ نے بھی اتحاد و اتفاق کی دعوت دی ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

المومن للمومن کا البنیان لیشد بعضہ بعضاہ۔ (٦٥)

مسلمان مسلمان کیلئے ایک مکان کی مانند ہے اسکا ایک حصہ دوسرے حصہ کو مضبوط کرتا ہے۔

مسلمانوں کے مابین اتحاد و اتفاق کی ضرورت کو ہادی برحق ﷺ نے اس طرح سے واضح فرمایا:

یداللّٰہ علی الجماعۃ و من شذ شذفی النار (٦٦)

اللہ کی تائید و حمایت جماعت کے ساتھ ہے اور جو جماعت سے جدا ہوا وہ آگ میں گرا۔

جسد ملت میں فرقہ پرستی اور تفرقہ بازی کا زہر اس حد تک سرایت کر چکا ہے کہ نہ صرف اس کے خطرناک مضمرات کا کماحقہ احساس و ادراک ہر شخص کے لئے ضروری ہے بلکہ اس کے تدراک اور ازالے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے درمیان سے نفرت، بغض، نفاق، اور انتشار کا قلع قمع کر کے باہمی محبت اخوت و یگانگت، ہم آہنگی اور اتحاد بین المسلمین کو فروغ دینے کیلئے ہر ممکن کوشش کریں کہ اسی میں ہماری بقاء اور فلاح مضمر ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعاً وّ لا تفرّقوا ط (٦٧)

اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور جدا جدا نہ ہونا۔

ایک اور جگہ ارشادِ ربانی ہے:

ان الذین فرقوا دینھم و کانوا شیعاً لست منھم فی شئی ٥ (٦٨)

بے شک وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور کئی گروہ ہو گئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔

اسلام وحدت نسلی انسانی کا داعی ہے۔ تفریق بین الناس کا شدید مخالف ہے، قومی، لسانی، اور نسلی امتیازات کو جڑ سے کاٹتا ہے۔ نسلی انسانی کی وحدت کا نظریہ پیش کرتا ہے جس پر امن کی عمارت کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے۔ ہمارے چاروں طرف جارحیت پسند طاقتیں صف آرا ہیں، لیکن

امت مسلمہ میں باہمی اتحاد و یگجہتی کا مکمل فقدان پایا جا رہا ہے، اگر ہم نے عالمی نظام اور جارحیت پسند طاقتوں کا مقابلہ کرنا ہے تو پھر امت مسلمہ میں اتحاد و یگجہتی کا ہونا ضروری ہے۔

قرآنِ کریم میں ارشادِ ربانی ہے:

انم المومنون اخوۃ۔ (۶۹)

تمام مومن بھائی بھائی ہیں۔

بقول علامہ اقبالؒ:

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

عالمی مذاہب و اقوام کو مشترکہ نکات پر اتحاد کی دعوت

ہمارا فرض تو یقیناً یہ ہے کہ دین حق کی دعوت دوسروں تک پہنچائی جائے، مگر کسی کو مجبور کرنے کی قطعی اجازت نہیں۔ قرآن کریم کی اس آیت پر غور کیجئے۔

ولو شاء ربک لا من من فی الارض کلھم جمیعاً أفانت تکرہ الناس حتی یکونوا مومنین (۷۰)

''اگر آپ ﷺ کا رب چاہتا تو جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کے سب ایمان لے آتے۔ کیا آپ لوگوں کو اس بات پر مجبور کریں گے کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔''

جب اللہ کے رسول ﷺ کے لئے یہ حکم ہے تو ہم کون ہوتے ہیں، دین کے بارے میں زبردستی کرنے والے۔ اسلام کی حقیقی تعلیمات یہی ہیں کہ دین کے بارے میں جبر و تشدد کی قطعاً اجازت نہیں۔ تبلیغ اسلام ضروری ہے لیکن کس انداز سے، آیت قرآنی پر غور کیجئے:

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ و الموعظۃ الحسنۃ و جادلھم بالتی ھی احسن (۷۱)

آپ ﷺ حکمت اور عمدہ نصیحتوں کے ذریعہ (لوگوں کو) اللہ کی طرف بلایئے اور ان سے اچھے طریقے سے بحث کیجئے۔

اسلام محبت و پیار کا مذہب ہے، آشتی اور شانتی کا مذہب ہے، اسلام سب کا مذہب ہے، ہاں یہ سب کا ہے اور سب اس کے ہیں۔ قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ کا یہ تصور دیا کہ وہ رحمٰن و رحیم ہے۔ مہربان ہے، بہت ہی مہربان، رب العالمین۔ (۷۲) جہانوں کا پالنے والا، اس نے اپنے لئے رحم و کرم کو طے کرلیا۔ (۷۳) اپنے بندوں کے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ (۷۴) اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ تصور دیا کہ کسی فرقے یا جماعت کے لئے نہیں بلکہ سارے انسانوں کے لئے تشریف لائے ہیں۔ (۷۵) سارے جہانوں کے لئے رحمت ہیں۔ (۷۶) اور قرآن حکیم نے اپنے لئے یہ تصور دیا کہ سارے انسانوں کے لئے نازل ہوا ہے، اس میں سارے انسانوں کے لئے صحت و نصیحت اور ہدایت و رحمت ہے۔ (۷۷) قرآن کریم کے ان تصورات میں سارے انسانوں کے لئے بڑی کشش ہے۔ ان تصورات میں عالم گیریت ہے، یہ تصورات سارے جہاں کو سمیٹے ہوئے ہیں۔ ہم قرآن کریم کی روشنی میں دنیا کو امن کا گہوارہ بنا سکتے ہیں۔ وہ دنیا جو آج بے چین و مضطرب ہے۔ جہاں ظلم ہی ظلم ہے۔ پیار نہیں، پریم نہیں، محبت نہیں، سہار نہیں، ہر آنکھ محبت کو ترس رہی ہے۔ رواداری اور محبت کا جذبہ جب پیدا ہو سکتا ہے جب انسان سے پیار ہو۔ قرآن کریم نے بتایا کہ انسانی جان کتنی عظیم ہے، بہت عظیم، جس نے ایک انسان کو قتل کیا گویا اس نے سارے انسانوں کو قتل کر دیا۔ قرآن کریم کی آواز کان لگا کر سنیئے۔ جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کیا بغیر تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا، اور جس نے ایک جان کو زندہ رکھا تو گویا اس نے سب جانوں کو زندہ رکھا۔ (۷۸) ایک اور جگہ فرمایا: جس جان کی اللہ تعالیٰ نے حرمت رکھی اسے ناحق نہ مارو۔ (۷۹) قرآن کریم میں بار بار فرمایا گیا: اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ (۸۰) اس لئے تم بھی فساد کو نہ چاہو۔ (۸۱) قرآن حکیم نے انسانوں کو ایک طرف فساد سے روکا اور دوسری طرف عفو و درگزر برداشت اور رواداری کا سبق سکھایا، کس پیار سے انداز سے سمجھایا۔ "اور نیکی و بدی برابر نہیں، برائی کو بھلائی سے ٹالو تو پھر دیکھنا کہ تم میں اور اس میں جسے تم سے دشمنی تھی ایسی محبت ہو جائے گی جیسے جگری دوست۔" (۸۲)

اللہ تعالیٰ نے سارے انسانوں کے لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو نمونہ بنایا اور آپ ﷺ

سے بار بار فرمایا: تو تم (بدخواہوں اور دشمنوں) کو چھوڑ دو اور درگزر کرو۔(۸۳) اے محبوب (ﷺ)! معاف کرنا اپنی عادت بنالو اور بھلائی کا حکم دو۔(۸۴) لوگوں سے اچھی بات کہو۔(۸۵) اللہ تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت فرمائی اور آپ ﷺ نے سب انسانوں کی تربیت فرمائی آپ ﷺ نے انسان کا احترام کیا اور انسانوں کی بات کی۔آپ ﷺ کی باتیں سن سن کر انسان حیران ہوتا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی زیر معاہدہ غیر مسلم کو قتل کیا، جنت کی خوشبو نہ سونگھے گا۔(۸۶) جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔(۸۷) تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔(۸۸) تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوگا جب تک کہ او رلوگوں کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔(۸۹) لوگوں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو تا کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔(۹۰) آپس میں ایک دوسرے سے کینہ نہ رکھو، ایک دوسرے پر حسد نہ کرو اور ایک دوسرے سے منہ نہ پھیرو اور سب مل کر اللہ کے بندے ہو جاؤ اور آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔(۹۱) آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ: ''مجھے میرے رب نے حکم دیا کہ جو کوئی مجھ پر ظلم کرے میں اسے قدرت انتقام کے باوجود معاف کردوں، جو مجھ سے قطع تعلق کرے میں اسے ملاؤں، جو مجھے محروم رکھے میں اسے عطا کروں۔غضب اور خوشنودی دونوں حالتوں میں حق گوئی کو شیوہ بناؤں۔'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ آپ ﷺ مشرکین مکہ کے حق میں بدعاء فرمائیں، ارشاد فرمایا: ''میں رحمت ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنے کے لئے نہیں بھیجا گیا۔

پنڈت گوپال کرشن تعلیمات نبوی ﷺ کے اثرات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ بھی آپ ﷺ ہی کی کرپا (مہربانی) تھی کہ عرب کے ظالم لٹیرے اعلیٰ اوصاف والے ''مہنت'' اور ''سوامی'' بن گئے۔اور آپ ﷺ نے عربوں میں وہ جوہر پیدا کر دیا۔جو ایک ہی سمے (وقت) میں آدمی کی آتما (روح) کی سدھار کا کام بھی کرے اور اسے جرنیل، کمانڈر اور چیف جسٹس بھی بنا دے۔''(۹۲)

نبی کریم ﷺ نوع انسانی کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کے ہر حکم وعمل میں اعتدال پسندی وروشن خیالی، عفو، محبت واخوت ٹپکتی ہے۔ ''میثاق مدینہ'' اس کی صرف ایک مثال ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحبؒ نے اس پر تفصیل سے اپنی کتابوں عہد نبوی میں نظام حکمرانی۔(۹۳) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی۔(۹۴) خطبات بہاولپور۔(۹۵) مسلمانوں کا نظام مملکت (۹۶) میں لکھا ہے۔ اس کے علاوہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ (۹۷) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور یہود وحجاز (۹۸) حیات محمد (۹۹) میں بھی یہ موضوع زیر بحث آیا ہے۔ میں اس کا خلاصہ پیش کر رہی ہوں۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ:

''میثاق مدینہ'' دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور ہے۔ یہ تاریخ ساز میثاق واضح طور پر دو حصوں میں تقسیم ہے پہلے حصہ میں ۲۳ دفعات ہیں اور دوسرے میں ۲۴۔ پہلا حصہ مسلمانوں کے باہمی تعلقات اور حقوق وفرائض کی نشاندہی کرتا ہے جبکہ دوسرا حصہ اہل اسلام اور دیگر اہل مدینہ کے باہمی تعلقات، حقوق وفرائض اور دیگر امور کی وضاحت کرتا ہے۔ ''میثاق مدینہ'' میں واضح اور دوٹوک الفاظ میں اس امر کی وضاحت کردی گئی ہے کہ غیر مسلم یہودیوں کو مکمل مذہبی آزادی ہوگی، ایک دفعہ کے الفاظ یہ ہیں! مسلمانوں کے لئے مسلمانوں کا دین اور یہودیوں کے لئے یہودیوں کا دین ہے، یعنی مدینے میں جتنے لوگ بھی بستے تھے ان کو دینی، عدالتی اور قانونی آزادی کا اطمینان دلایا گیا ہے۔ ''میثاق مدینہ'' کی دفعہ ۲۵ کے تحت یہود مدینہ اور انصار ومہاجرین (اسلامی برادری) ایک امت (سیاسی وحدت) متصور ہوں گے، یہودی اپنے دین پر رہنے کے مجاز ہیں اور مسلمان اپنے دین پر۔ اس تاریخ ساز معاہدہ کی بدولت مذہبی آزادی اور اعتدال پسندی کا اصول وضع ہوا، نیز جن بنیادوں پر غیر مسلموں سے، اتحاد وتعاون ہوسکتا ہے ان کی نشاندہی کی گئی ہے۔ قبائل عصبیت وقومیت کا خاتمہ ہوا اور عالمگیر برادری کا قیام عمل میں آیا، غیر مسلموں اور مختلف المذاہب افراد واقوام کے حقوق وفرائض اور مذہبی آزادی اور اعتدال پسندی کا اصول وضع ہوا، چنانچہ یہود مدینہ اور دیگر غیر مسلم اقلیتوں کو مذہبی اعتدال پسندی پر مبنی اس تاریخی دستاویز کی بدولت مندرجہ ذیل

حقوق ومراعات حاصل ہوئیں:

- اللہ کی حفاظت وضمانت ہر فریق کو حاصل ہے۔
- امت کے غیر مسلم ممبروں کو بھی مسلمانوں کی طرح سیاسی اور مذہبی حقوق حاصل ہیں۔

امت کے ہر گروہ کو مکمل مذہبی آزادی اور اندرونی خود مختاری حاصل ہے۔

- امت کے دشمنوں سے مسلم اور غیر مسلم دونوں مل کر جنگ کریں گے اور مشترکہ طور پر اخراجات جنگ برداشت کریں گے، مسلم اور غیر مسلم دونوں ایک دوسرے کے بہی خواہ ہیں۔(۱۰۰) عرب محقق اور سیرت نگار محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں: ''یہ وہ تحریری معاہدہ ہے جس کی بدولت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال قبل ایک ایسا ضابطہ انسانی معاشرہ میں قائم کیا، جس سے شرکاء معاہدہ میں ہر گروہ اور ہر فرد کو اپنے اپنے عقیدہ و مذہب کی آزادی کا حق حاصل ہوا، انسانی زندگی کی حرمت قائم ہوئی۔ اموال کو تحفظ ملا شہر امن کا گہوارہ بنا''۔(۱۰۱) مولانا حامد الانصاری غازی لکھتے ہیں، یہودیوں کے ساتھ مذہبی روشن خیالی، آزادی اور ان کے حقوق کے تحفظ کی یہ تاریخی ساز دستاویز اور اس کی دفعات اپنی حقیقت پر آپ گواہ ہیں مذہبی، اعتدال پسندی، امن وسلامتی، آزادی اور انصاف کا ہر جوہر اس میں موجود ہے، یہ معاہدہ ان لوگوں کے ساتھ کیا گیا جو قرآن کی زبان میں ظلم اور گناہ کی راہ میں تیز رو تھے، جھوٹ کے عادی، حرام کھانے میں حری، سود خور، سرمایہ دار غریبوں کا مال ناحق ہضم کرنے والے تھے، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاہدہ کے بعد بھی اس قوم کو مزید رعایتیں دیں گے بدنام اور بدکرار یہودیوں نے ہر رعایت کو نظر انداز کر دیا۔(۱۰۲)

''صلح حدیبیہ'' عالمی اتحاد کے لئے روشن خیالی واعتدال پسندی کا نمونہ

ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب جو مسلم انٹرنیشنل لاء کے ماہر سمجھے جاتے ہیں۔ انہوں نے صلح حدیبیہ پر بہت سی کتب جس میں الوثائق السیاسیۃ۔(۱۰۳) بھی شامل ہے کا خلاصہ لکھا ہے میں اسی کو پیش کر رہی ہوں۔ یہی وہ صلح حدیبیہ ہے جسے عہد نبوی کی سیاست خارجہ کا شاہکار کہنا چاہئے۔ اس معاہدے کا متن عربی ماخذوں میں کہیں تو پورا پورا، کہیں جستہ جستہ ملتا ہے، اس کا ترجمہ یہ ہے:

- تیرے نام سے اے اللہ۔
- یہ وہ معاہدہ ہے جو محمد بن عبداللہ اور سہیل بن عمرو میں طے ہوا۔
- ان دونوں نے اس بات پر صلح کرلی ہے کہ دس سال تک جنگ روک دی جائے اس دوران میں لوگ امن سے رہیں۔ اور ایک دوسرے سے رکے رہیں۔
- یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں سے جو حج یا عمرے یا تجارت کے لئے مکہ آئے، تو اس کی جان و مال کا امان ہوگا اور قریش کا جو شخص تجارت کے لئے مصر یا شام (بروایت ابوعبید عراق یا شام) جاتے ہوئے مدینے سے گزرے تو اسے جان و مال کا امان حاصل ہوگا۔
- یہ کہ قریش کا جو شخص اپنے ولی (سرپرست) کی اجازت کے بغیر محمد ﷺ کے پاس آئے گا تو آپ ﷺ اسے اُن کے سپرد کردیں گے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں جو شخص قریش کے پاس آجائے گا وہ اُسے آپ ﷺ کے سپرد نہیں کریں گے۔
- یہ کہ ہم میں باہم سینے ہر طرح بند رہیں گے (جن میں باہر سے کوئی غداری داخل نہ ہو سکے گی) اور نہ تو خفیہ کسی دوسرے کو مدد دی جائے گی نہ علانیہ خود خلاف عہد وفا کریں گے۔
- یہ کہ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہدے اور ذمہ داری میں داخل ہونا چاہتا ہے، وہ بھی ایسا کر سکے گا اور جو قریش کے معاہدے اور ذمہ داری میں داخل ہوا چاہتا ہے وہ بھی ایسا کر سکے گا۔ (اس پر قبائل خزاعہ نے اُٹھ کر کہا کہ ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہدے اور ذمہ داری میں شریک ہوتے ہیں اور بنی بکر نے کہا کہ ہم قریش کے معاہدے اور ذمہ داری میں شریک ہوتے ہیں)۔
- یہ کہ تو اس سال ہمارے پاس سے واپس چلا جائے گا۔ اور ہمارے ہاں مکہ نہ آئے گا البتہ سال آئندہ ہم باہر چلے جائیں گے اور تیرے ساتھی وہاں (مکے میں) داخل ہو کر تین راتیں ٹھہر سکیں گے۔ تیرے ساتھ سوار کا ہتھیار ہوگا۔ یعنی تلوار میان میں پڑی ہوئی۔ اس کے سوا کوئی اور ہتھیار لے کر تو وہاں نہ آسکے گا۔

✿ یہ کہ یہ قربانی کے جانور وہیں رہیں گے جہاں ہم نے ان کو پایا، (یعنی حدیبیہ میں) اور ان کو حلال کر دیا جائے گا۔ اور اُن کو ہمارے پاس (مکہ قربانی کے لئے) نہیں لایا جائے گا۔ اور صراحت کی جاتی ہے، ہمارے اور تمہارے حقوق اور واجبات برابر کے ہوں گے۔ (۱۰۴)

ان دونوں معاہدوں سے تعلیمات نبوی ﷺ کا جو پہلو نمایاں ہو کر سامنے آتا ہے وہ ہے برداشت، رواداری اور اللہ تعالیٰ کے لئے دشمن سے اچھا سلوک کرنا، تا کہ وہ اسلام کی جانب مائل ہو یہ دونوں معاہدے ایسے ہیں جن کی نظیر نہ دنیا پیش کر سکی ہے نہ پیش کر سکے گی۔

عالمی اتحاد کے فروغ کے لئے انتقام سے گریز

مسلمانوں پر جو مظالم ڈھائے جا رہے تھے، اس سے متاثر ہو کر ایک صحابی نے عرض کیا کہ ان دشمنوں کے حق میں بدعاء فرمائیں یہ سن کر آپ ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا۔ (۱۰۵) ایک دوسرے موقع پر چند صحابیوں نے دشمنوں کے لئے اسی قسم کی بات کہی تو فرمایا میں دنیا کیلئے لعنت نہیں بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ (۱۰۶) مکہ میں جن دنوں مسلمانوں پر مظالم ہو رہے تھے، تو سخت قحط پڑا، لوگ ہڈی اور مردار کھانے لگے، آپ ﷺ کے شدید دشمن ابوسفیان نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ محمد ﷺ! تمہاری قوم ہلاک ہو رہی ہے۔ اللہ سے دعا کرو کہ یہ مصیبت جاتی رہے، آپ ﷺ نے فوراً دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور اللہ تعالیٰ نے اس مصیبت کو دور کر دیا۔ (۱۰۷) طائف میں جب آپ ﷺ کی دعوت پہنچی تو وہاں کے لوگوں نے مبلغین اسلام پر بڑے مظالم ڈھائے۔ ان کو بکثرت ہلاک کیا۔ صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ان کے حق میں بدعا کیجئے، آپ ﷺ ہاتھ اٹھاتے ہیں لوگ سمجھتے ہیں کہ آپ ﷺ بددعا فرما رہے ہیں۔ لیکن آپ ﷺ یہ فرما رہے تھے: ''خداوند! ثقیف (اہل طائف) کو اسلام نصیب ہو، اور یہ دعا قبول ہو کر رہی۔ (۱۰۸) اسی طرح آپ ﷺ سے ''اوس'' کے قبیلہ کے لئے دعا کرنے کو کہا گیا۔ تو آپ ﷺ نے ان کے لئے یہ دعا فرمائی: خداوند! ان کو ہدایت کر۔ (۱۰۹)

ان ایذا رسانیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا شبلی تحریر فرماتے ہیں:

"دنیا کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں کہ نامانوس اور اجنبی صدائیں بہ رغبت سن لی گئی ہوں۔ حضرت نوح علیہ السلام کو سیکڑوں برس تک قوم کی نفرت اور دہشت کا سامنا رہا۔ یونان دنیا کی شائستگی کا معلم اول ہے تاہم اسی حکمت کدہ میں سقراط کو زہر کا پیالہ پینا پڑا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دار و رسن کا منظر پیش کیا۔ اس بنا پر عرب اور قریش نے جو کچھ کیا وہ سلسلہ واقعات کی غیر معمولی کڑی نہ تھی لیکن غور طلب یہ ہے کہ اس کے مقابلہ میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا؟ سقراط زہر کا پیالہ پی کر فنا ہو گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے مخالفت سے تنگ آ کر قیامت خیز طوفان کی استدعا کی۔ اور دنیا کا ایک بڑا حصہ برباد ہو گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تیس چالیس شخصیتوں کی مختصر جماعت پیدا کر کے بروایت نصاریٰ سولی پر چڑھ گئے۔ لیکن سرور کائنات ﷺ کا فرض ان سب سے بالاتر تھا۔ خباب ابنؓ الارت نے جب قریش کی ایذا رسانی سے تنگ ہو کر آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ ﷺ ان کے حق میں بدعاء کیوں نہیں فرماتے تو آپ ﷺ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور فرمایا کہ تم سے پہلے وہ لوگ گزر چکے ہیں جن کے سر پر آرے چلائے جاتے اور چیر ڈالے جاتے تھے، تاہم وہ اپنے فرض سے باز نہ آئے خدا اس کام کو پورا کرے گا۔ یہاں تک کہ شتر سوار صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا۔ اور اس کو خدا کے سوا کسی کا ڈر نہ ہو گا کیا یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف پوری نہیں ہوئی۔(۱۱۰) ایک ہندو منوہر لال دل اظہار حقیقت اور خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہتا ہے۔

آقا جو محمد ﷺ ہے عرب اور عجم کا ۔۔۔ بے مثل نمونہ ہے مروت کا کرم کا
حاصل ہے جنہیں تیرے غلاموں کی غلامی ۔۔۔ لیتے نہیں وہ نام کبھی قیصر و جم کا
کہتے ہیں جسے اہل جہاں احمد مرسل ۔۔۔ دریا ہے وہ الفت کا وہ منبع ہے کرم کا
کیا دل سے بیاں ہو تیرے اخلاق کی توصیف ۔۔۔ عالم ہوا مداح تیرے لطف و کرم کا

عہد نبوی ﷺ کے آغاز پر عرب قبائل میں انتقام در انتقام کا سلسلہ جاری تھا۔ ایران و یونان کی ہزار سالہ کشمکش بھی یہی بتاتی ہے۔ ہندوستان میں برہمنی اور بدھ مت کی کشاکشی بھی ایسی چیز تھی، اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ ﷺ کے جانثاروں پر ہر قسم کا ظلم وستم روا رکھا تھا۔ آپ ﷺ نے جب اصلاح کی بہی خوانہ دعوت دی تو اس کا جواب عربوں نے جسمانی و روحانی تکالیف دے کر دیا۔ آپ ﷺ کو ہجرت کرنے پر مجبور کیا گیا۔ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ کی جائیدادیں زبردستی چھین لی گئیں۔ جب برسوں کی غیر منقطع کشمکش کے بعد مسلمانوں نے مکہ فتح کر لیا تو کیا اس دور کے رواج کے مطابق مکہ میں قتل عام نامناسب تھا؟ آپ ﷺ نے اس عظیم الشان موقع پر انتقام در انتقام کے سلسلہ کو اس اعلان کے ساتھ بند کر دیا۔

"لاتثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء" (۱۱۱)

جاؤ تم سب آزاد ہو تم پر کوئی الزام باقی نہیں۔

اس صدائے بازگشت کا گونجنا ابھی بند نہیں ہوا تھا کہ مکے والوں کے دل پگھل گئے اور مکہ کی ایسی کایا پلٹی کہ مکہ والوں کو اپنی شکست کا کبھی ملال تک نہ ہوا، اور یہی مکہ والے اپنے سابق دشمن کے سب سے زیادہ تابعدار معاون اور ساتھی بن گئے۔ (۱۱۲)

آج بھی پوری دنیا کو بالعموم اور امت مسلمہ کو بالخصوص اتحاد و یگانگت و ہم آہنگی قائم کرنے کے لئے انتقام در انتقام کے سلسلہ کو روکنا ہوگا۔ ایک یہودی کے بدلے ۱۰۰ فلسطینیوں کو مارنے یا ایک ہندو کے بدلے سینکڑوں کشمیریوں کو شہید کرنے یا ایک سرب کے بدلے سینکڑوں بوسنیاؤں کو تہ تیغ کرنے یا ایک صدام کی خاطر پورے عراق کو تباہی جیسے انتقام در انتقام کے سلسلے دنیا کے لئے مثالی عالمی نظام اور New World Order کی تشکیل نہیں کر سکتے۔ اس کے لئے تو اسوۂ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے صبر و برداشت، معافی، اور درگزر کو اختیار کرنا ہوگا، ورنہ نسل در نسل انتقام در انتقام کی درندگی کبھی نہیں رکے گی۔

صلح و امن و سلامتی کی معاہدات

آج دنیا کو بھی صلح حدیبیہ جیسے اسالیب سے امن و سلامتی کی طرف سفر طے کرنا ہے۔ میثاق

مدینہ کے معاہدات کی طرح رنگ ونسل، اور مذاہب کے فرقوں سے بالاتر آئین بنانے ہوں گے اور دوسری قوموں کے ساتھ باہمی احترام پر مبنی صلح وسلامتی کے معاہدات کے ذریعہ مسلمانوں کے حقوق، تحفظ کو یقینی بنانا امت مسلمہ کا فرض اولین ہے۔

مذہبی رواداری اور برداشت

رسول اللہ ﷺ نے کبھی یہ نہیں کہا کہ دنیا کے دیگر مذاہب جھوٹے اور ان کے ماننے والے جہنمی ہیں۔ آپ ﷺ کی تعلیمات کے مطابق لامذہبی اور خود پرستی کو چھوڑ کر دنیا کا ہر مذہب سچا اور خدا کی طرف لے جانے والا ہے۔ بشرطیکہ اس مذہب کی ابتدائی اصلیت میں غلط رسم ورواج سے حذف واضافے نہ ہو گئے ہوں، اور یہ کہ دنیا کا کوئی ملک اور امت ایسی نہیں جہاں خدا کے پیغمبر نہ آئے ہوئے ہوں اور سچا مذہب نہ پھیلا چکے ہوں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اَرۡسَلۡنٰکَ بالحق بشیراً و نذیراً وان من اُمَّةٍ الا خلا فِیھا نذیر (۱۱۳)

بے شک ہم نے آپ (ﷺ) کو حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔

آپ ﷺ نے صلح کل، رواداری، اور وسعت قلبی کی اس تعلیم میں کہیں بھی یہ نہیں کہا کہ یہودی، عیسائی، صابی، اور دیگر مذاہب کے لوگ اپنے اپنے مذاہب کو ترک کردیں بلکہ قرآن پاک میں ارشاد ہوا:

ان الذین امنوا والذین ھادو والنصاریٰ والصابین مَنۡ اٰمَن باللّٰہ والیوم الآخر و عَمِلَ صالِحاً فَلَھُمۡ اجرُھُمۡ عِنۡدَ رَبھم ولاَ خوفٌ علیھم ولا ھُمۡ یحذنونo (۱۱۴)

آپ (ﷺ) کی تبلیغ تو یہ ہے کہ اسلام سابقہ مذاہب کی تکمیل وتجدید ہی ہے اور اُن سے جدا کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ دور جدید میں عالمی اتحاد ویگانگت اور ہم آہنگی کے لئے ضروری ہے کہ اس پر عمل کرنے والے انسان دوسرے کی نہ تو تحقیر کرتے ہوں اور نہ ہی بانیان مذاہب کی بے حرمتی کے مرتکب ہوتے ہوں۔ اپنے اپنے عقیدے پر عمل کرتے ہوئے استدلال کے ذریعے دوسروں کو قائل کرنے کی کوشش ضرور کرسکتے ہیں، جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:

اپنے رب کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلائیے، اور ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کیجئے۔(۱۱۵)

لیکن دوسروں کے مذاہب کی تحقیر نہ ہوتی ہو۔جیسا کہ قرآن کریم میں حکم ہے:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ط(۱۱۶)

اور گالی مت دو ان کو جن کی یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں کیونکہ پھر وہ براہ جہل حد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے۔

تجاویز

- اُمتِ مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ تمام مسلمان ممالک مل کر ایک ایسا ادارہ قائم کریں جس میں باہمی اختلافات ختم کر کے بین الاقوامی سطح پر عالم اسلام کے مسائل اور اختلافات کو نمٹانے کے لئے "ورلڈ اسلامک کورٹ آف جسٹس" قائم کی جائے۔جس میں اقوام متحدہ کی قراردادوں اور بین الاقوامی قوانین کے ضابطوں پر عملدرآمد کا انتظام کرنے کے بجائے اسلامی بین الاقوامی قانون کے مطابق فیصلے کئے جائیں۔
- تمام اسلامی ممالک کے حکمران اسمبلیوں کے ارکان سیاسی و مذہبی جماعتوں کے عہدیداران وارکان اور علماء و مشائخ عظام اور دانشوران اپنی ذمہ داریاں پوری کریں کہ (O-I-C) آرگنائزیشن آف اسلامک کانفرنس کو صحیح معنوں میں (U-N-O) اقوام متحدہ کے مقابلے میں اور مقابلے کی تنظیم بنانے کی ممکنہ سعی کریں اور اس کا نیا نام (M.N.O) مسلم نیشنز آرگنائزیشن یا (M.U.O) مسلم امہ آرگنائزیشن رکھیں اور سالانہ یا ششماہی کانفرنسوں کا انعقاد کریں، آپس میں ڈائیلاگ کریں تا کہ مسلم ممالک میں قوت و اتحاد پیدا کر سکیں۔
- اُمتِ مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ پوری دنیا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالمی پیغام سے ادعو بالحکمۃ کے اسلوب سے آگاہ کریں۔
- اجتماعی طور پر پوری دنیا کو ایک ایسی تنظیم بنانے کی دعوت دے جو مذہبی رواداری، برداشت، اتحاد و اخوت، عدل و انصاف پر مبنی عالمی نظام کو منظم کرے اور انسانیت کی رنگ

ونسل زبان ووطن اور مذہب وعقیدہ کے تعصبات سے بالاتر ہو کر خدمت کرے۔

- علم مومن کی میراث ہے۔ اس لئے اس کو جہاں سے ممکن ہو حاصل کر لینا ضروری ہے۔ وقت کا تقاضہ ہے کہ سائنس وٹیکنالوجی علوم کے لئے محنت کی جائے، کیونکہ دور جدید میں جدید علوم کی تدریس کے بغیر تصور جہانگیری و جہانانی خام خیالی ہے۔ حکومت وقت کو جدید دور کے جدید تقاضوں کی طرف توجہ دیتے ہوئے ایسے ادارے قائم کرنے چاہئیں جہاں وقت کی پکار کے تحت جدید سائنسی وتکنیکی علوم وفنون کی تدریس کا خاطر خواہ انتظام ہو۔

اُمتِ مسلمہ کو اکبرالہٰ آبادی کے اس مشورے پر عمل کرنا چاہئے:

اٹھو تہذیب سیکھو صنعتیں سیکھو ہنر سیکھو — وہ باتیں جن سے قومیں ہو رہی ہیں نامور سیکھو
خواصِ خشک و تر سیکھو علوم بحر و بر سیکھو — بڑھاؤ تجربے اطراف دنیا میں سفر سیکھو
دلوں میں اپنے غیرت کو جگہ دو جوش میں آؤ — خدا کے واسطے اے نوجوانو ہوش میں آؤ

دنیائے اسلام کو ایسے قائد کی ضرورت ہے جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور خلفاء راشدینؓ کی اتباع سنت کی اتباع کرتے ہوئے امت مسلمہ کو رشتہ اُخوت اتحاد و یگانگت کی لڑی میں پرو کر روئے زمین پر اعلیٰ مقام دلا سکے۔ آج دنیا ایسی عالمگیر برادری کی متلاشی ہے جس میں آدمی آدمی کے درمیان امتیاز نہ رہے، نسل اور رنگ کا فرق نہ رہے، جس میں امیر وغریب، حاکم ومحکوم، شاہ وگدا سب کو یکساں حقوق ومراعات حاصل ہوں۔ جس میں تمام انسانوں میں اخوت اور بھائی چارگی کا قیام عمل میں آئے، تمام انسانوں میں اتفاق واتحاد، امن ودوستی، رواداری اور صلح قائم رہے اور کوئی فرد کسی کے حقوق پامال نہ کر سکے۔ اس سلسلے میں اقوام عالم کو اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی تعلیمات سے رہنمائی حاصل کرنا ہوگی، جو سرتاپا انسانیت کے رہنما اور فطرت انسانی کی ترجمان ہیں۔(۱۱۷)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خَلْقِہٖ و نور عرشِہٖ محمدٍ وعلیٰ آلِہٖ وصحبہٖ اجمعین

حواشی وحوالہ جات

۱۔ رسول اکرم ﷺ کی رواداری، ڈاکٹر حافظ محمد ثانی فضلی سنز اردو بار کراچی، ۱۹۹۸ء، ص ۲۷۸۔۲۷۹

۲۔ سید راشد علی، تعارف سیاسیات، کراچی، رہبر پبلیشرز، ۱۹۹۱ء، ص ۱۴۰

۳۔ القرآن، سورۂ مومنون، آیت ۵۲

۴۔ قرآن نمبر، سیارہ ڈائجسٹ، مصنف مولانا ابوالکلام آزاد، ص ۸۶۴

۵۔ القرآن، سورۂ ال عمران، آیت ۶۴

۶۔ تفسیر مظہری (اردو) ج ۲، ص ۲۵۸، ملخص ابن کثیر، ج ۲، ص ۴۷

۷۔ صحیح بخاری شریف، تفسیر معارف القرآن، ج ۲، ص ۸۷

۸۔ لوقا ۴:۸

۹۔ مرقس ۱۲: ص ۲۹۔۳۰

۱۰۔ یوحنا ۱۷:۳

۱۱۔ انجیل متی Methew ۱۹:۱۷

۱۲۔ تدبر قرآن، امین احسن اصلاحی، ج ۲، ص ۱۱۳

۱۳۔ القرآن، سورۂ توبہ، آیت ۳۱

۱۴۔ فضل الباری اشرح صحیح بخاری، ج ۱، ص ۲۳۱

۱۵۔ تدبر قرآن، امین احسن اصلاحی، ج ۲، ص ۱۱۴

۱۶۔ القرآن، سورۂ الرعد، آیت ۷

۱۷۔ Encyclopaedia of Religion Ethics v-1,P263

۱۸۔ Iark Waeter Houston-19, The Psychology of Religion

۱۹۔ Schimidt P-W The origin & Growth of Religin

۲۰۔ اسلام قرآن محمد صلی اللہ علیہ وسلم غیر مسلموں کی نظر میں، مصنف محمد انوار اختر ص ۲۷

۲۱۔ مذاہب عالم، مصنف احمد عبداللہ المسدوسی، ص ۲۴

۲۲۔ القرآن، سورۂ بقرہ، آیت ۳۸

۲۳۔ القرآن، سورۂ الحجر، آیت ۹

۲۴۔ القرآن، سورۂ بقرہ، آیت ۴

۲۵۔ القرآن، سورۂ بقرہ، آیت ۴۷

۲۶۔ ادیان ومذاہب کا تقابلی مطالعہ، ڈاکٹر عبدالرشید، ص ۲۶

۲۷۔ The Great Religions of the Modern World P-224

۲۸۔ مذاہب عالم، احمد عبداللہ المسدوسی، ص ۲۸۷

۲۹۔ القرآن، سورۂ بقرہ، آیت ۶۱

۳۰۔ Encyclopaedia of Religions and Ethics v-1,P581

۳۱۔ Encyclopaedia of Religion and Ethics v-1,P-596

۳۲۔ مذاہب عالم، احمد عبداللہ المسدوسی، ص ۱۴۱

۳۳۔ Encyclopaedia of Birtanica v-22,P479

۳۴۔ بائبل سے قرآن تک، محمد تقی عثمانی، ج ۱، ص ۵

۳۵۔ ادیان ومذاہب کا تقابلی مطالعہ، ڈاکٹر عبدالرشید، ص ۲۷

۳۶۔ مذاہب عالم، احمد عبداللہ المسدوسی، ص ۲۳۷

۳۷۔ تمدن ہند، مصنفہ لی بان، ترجمہ سید علی بلگرامی، مطبع شمسی آگرہ

۳۸۔ تاریخ ہند، ج ۱، ص ۲۹، اور تمدن ہند، ص ۲۶۹

۳۹۔ القرآن، سورۂ الحج، آیت ۷۸

۴۰۔ القرآن، سورۂ انعام، آیت ۱۶۱

۴۱۔ القرآن، سورۂ بقرہ، آیت ۱۳۰
۴۲۔ Bridge to Islam P-47
۴۳۔ القرآن، سورۂ حجرات، آیت ۱۰
۴۴۔ بانگ درا، ڈاکٹر محمد اقبال، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور
۴۵۔ القرآن، سورۂ المائدہ، آیت ۳
۴۶۔ القرآن، سورۂ انبیاء، آیت ۱۰۷
۴۷۔ The Great religions of the modern world P-324
۴۸۔ القرآن، سورۂ ملک، آیت ۳
۴۹۔ The Arabs P-29
۵۰۔ القرآن، سورۂ بقرہ
۵۱۔ القرآن، سورۂ ال عمران، آیت ۱۹
۵۲۔ القرآن، سورۂ ال عمران، آیت ۸۵
۵۳۔ محمد حمید اللہ، رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، ۲۲۹۔۲۳۰
۵۴۔ سلیمان ندوی، سیرت النبی ﷺ مکتبہ مدینہ لاہور، ۱۴۰۴ھ، ۴/۲۱۰۔۲۱۲
۵۵۔ برکات احمد، رسول اکرم ﷺ اور یہود حجاز، (مترجم ڈاکٹر مشیر الحق ندوی) مکتبہ عالیہ لاہور ۱۹۸۹ء، ص ۸۲
۵۶۔ حسین ہیکل، حیاۃ محمد ﷺ (عربی) مطبعۃ النہضۃ العصریۃ، القاہرہ، ۱۹۴۷ء، ص ۲۲۷
۵۷۔ حامد الانصاری، اسلام کا نظام حکومت، مکتبہ عالیہ لاہور، ۱۹۸۷ء، ص ۳۶۴
۵۸۔ البلاذری، فتوح البلدان، دار النشر القاہرہ، ۱۹۵۷ء، ص ۲۷، نیز دیکھئے: محمد حمید اللہ، الوثائق السیاسیۃ فی العہد النبوی ﷺ، مطبعۃ لجنۃ التالیف والترجمۃ، القاہرہ، ۱۹۴۱ء، ص ۸۰۔۸۱
۵۹۔ امیر علی، روح اسلام، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، ۱۹۹۲ء، ص ۱۷۹۔۱۸۰
۶۰۔ Gibbon, Edword the declin and fall of the

roman empire, every mans edition, Vol:v, P269-279

۶۱۔ محمد سلیمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین، دارالاشاعت کراچی، ۱۴۱۱ھ، ۱/ ۱۲۹
۶۲۔ سوامی لکشمن پرشاد، عرب کا چاند، مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور، ص ۳۵۳، طبع پنجم
۶۳۔ اکانوسٹ، ۱۶، اکتوبر، ۲۰۰۱ء، ص ۵۲
۶۴۔ ماہنامہ محدث، نومبر ۲۰۰۱ء، ص ۴۷
۶۵۔ صحیح بخاری ''المظالم باب نصر المظلوم'' حدیث ۲۴۴۶
۶۶۔ سنن ترمذی، باب فی الزوم الجماعۃ
۶۷۔ القرآن، سورۃ ال عمران، آیت ۱۰۳
۶۸۔ القرآن، سورۃ انعام، آیت ۱۵۹
۶۹۔ القرآن، سورۃ حجرات، آیت ۱۰
۷۰۔ القرآن، سورۃ یونس آیت ۹۹
۷۱۔ القرآن، سورۃ النحل، آیت ۱۶۴
۷۲۔ القرآن، سورۃ الفاتحہ آیت ۱۔۲
۷۳۔ القرآن، سورۃ الانعام، آیت ۵۴
۷۴۔ القرآن، سورۃ الزمر، آیت ۵۳
۷۵۔ القرآن، سورۃ سباء، آیت ۲۸
۷۶۔ القرآن، سورۃ انبیاء، آیت ۱۰۷
۷۷۔ القرآن، سورۃ یونس، آیت ۵۷
۷۸۔ القرآن، سورۃ المائدہ، آیت ۳۲
۷۹۔ القرآن، سورۃ الانعام، آیت ۱۵۱
۸۰۔ القرآن، سورۃ المائدہ، آیت ۶۴
۸۱۔ القرآن، سورۃ البقرہ، آیت ۲۰۵،

۸۲۔ القرآن کریم
۸۳۔ القرآن، سورۃ البقرہ، آیت ۱۰۹
۸۴۔ القرآن، سورۃ الاعراف، آیت ۱۹۹
۸۵۔ القرآن، سورۃ البقرہ، آیت ۸۳
۸۶۔ صحیح بخاری، ابوعبداللہ بن محمد بن اسماعیل البخاری، ج ۲، ص ۱۰۲۱
۸۷۔ ایضاً، ج ۲، ص ۸۸۹
۸۸۔ سنن ترمذی، محمد بن عیسیٰ الترمذی، ج ۲، ص ۱۴
۸۹۔ مسند احمد بن حنبل، مطبوعہ بیروت، ج ۳، ص ۲۷۳
۹۰۔ سنن ترمذی محمد بن عیسیٰ الترمذی، ج ۲، ص ۵۴، سنن ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، مطبوعہ کراچی، ۳۲۱
۹۱۔ صحیح بخاری ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، ج ۲، ص ۸۹۶
۹۲۔ سرور کونین اغیار کی نظر میں، سید شبیر احمد شاہ، کتاب مرکز گوجرانوالہ، ۱۹۹۰ء، ص ۱۷
۹۳۔ عہد نبوی ﷺ میں نظم حکمرانی، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، اردو اکیڈمی کراچی، ۱۹۸۷ء، ص ۷۶
۹۴۔ رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، دالاشاعت کراچی، ۱۹۸۷ء، ص ۲۵۵
۹۵۔ خطبات بہاولپور، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد، ۱۹۹۲ء، ص ۲۳۶
۹۶۔ مسلمانوں کا نظم مملکت، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ص ۱۸۔۱۴۷
۹۷۔ اردو دائرہ معارف اسلام، دانش گاہ پنجاب لاہور، ۱۹۸۶ء، ج ۱۹، ص ۱۶۱
۹۸۔ رسول اکرم ﷺ اور یہود حجاز مکتبہ عالیہ، لاہور ۱۹۸۹ء،
۹۹۔ حیات محمد ﷺ، محمد حسین ہیکل، مطبعۃ النھضۃ العصریہ، ۱۹۴۷ء، ص ۲۲۷
۱۰۰۔ مندرجہ بالا مذکورہ کتب سے ماخوذ ہے
۱۰۱۔ حیات محمد ﷺ، محمد حسین ہیکل، ص ۲۲۷
۱۰۲۔ اسلام کا نظام حکومت، مولانا حامد الانصاری، غازی الفیصل ناشران و تاجران اردو بازار، لاہور، ص ۳۶۲

۱۰۳۔ الوثائق السیاسیۃ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، مطبوعہ، مصر، ۱۳۶۰ھ
۱۰۴۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی ڈاکٹر محمد حمید اللہ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور، ص ۱۲۶ تا ۱۲۸، مزید دیکھئے ماخذ ہائے متین، تفسیر طبری، ج ۲۶، ص ۶۱، سیرۃ ابن ہشام، ص ۷۴۷ تا ۷۵۸، طبقات ابن سعد، ج ۱، حصہ دوم، ص ۴۷، ج ۲، حصہ ۱، ص ۷۰ تا ۷۱، تاریخ طبری، ص ۱۵۴۶ تا ۱۵۴۷، فصل حدیبیہ، تاریخ ابن کثیر، ج ۴، ص ۱۶۸ تا ۱۶۹، تاریخ ابن الاثیر، ج ۲، ص ۱۵۶، سیرۃ حلبی ج ۳، ص ۲۳، کتاب الاموال الابی عبید، ص ۴۴۱ تا ۴۴۴، صحیح مسلم کتاب الجہاد وفتوح البلدان بلاذری، ص ۳۶، تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۵۵، مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الخراج لابی یوسف ۱۲۹، کنز العمال، ج ۵، نمبر ۵۵۳۴
۱۰۵۔ سیرت النبی ﷺ شبلی نعمانی، ج ۲، ص ۳۷۸، اور صحیح بخاری باب بعثۃ النبی
۱۰۶۔ سیرت النبی ﷺ شبلی نعمانی، ج ۲، ص ۳۷۸، مشکوۃ المصابیح باب اخلاق النبی ﷺ
۱۰۷ سیرت النبی ﷺ شبلی نعمانی، ج ۲، ص ۳۷۹
۱۰۸۔ سیرت النبی ﷺ شبلی نعمانی، ج ۲، ص ۳۷۹، اور طبقات ابن سعد، غزوہ طائف
۱۰۹۔ سیرت النبی ﷺ شبلی نعمانی، ج ۲، ص ۳۸۸، صحیح مسلم مناقب اوس
۱۱۰۔ سیرت النبی ﷺ شبلی نعمانی، ج ۲، ص ۲۳۸، ۲۳۹
۱۱۱۔ ابن ہشام، م، ن، ص ۶۶۰، ج ۴
۱۱۲۔ ابن القیم، زاد المعاد، ج ۳، ص ۴۴۲
۱۱۳۔ القرآن، سورۂ فاطر، آیت ۶۴
۱۱۴۔ القرآن، سورۂ بقرہ، آیت ۶۲
۱۱۵۔ القرآن، سورۂ نحل، آیت ۱۲۵
۱۱۶۔ القرآن، سورۂ انعام، آیت ۱۰۸
۱۱۷۔ القرآن، سورۂ محسن انسانیت اور انسانی حقوق، ڈاکٹر محمد ثانی، دار الاشاعت، کراچی، ۱۹۹۹ء، ص ۴۶۷

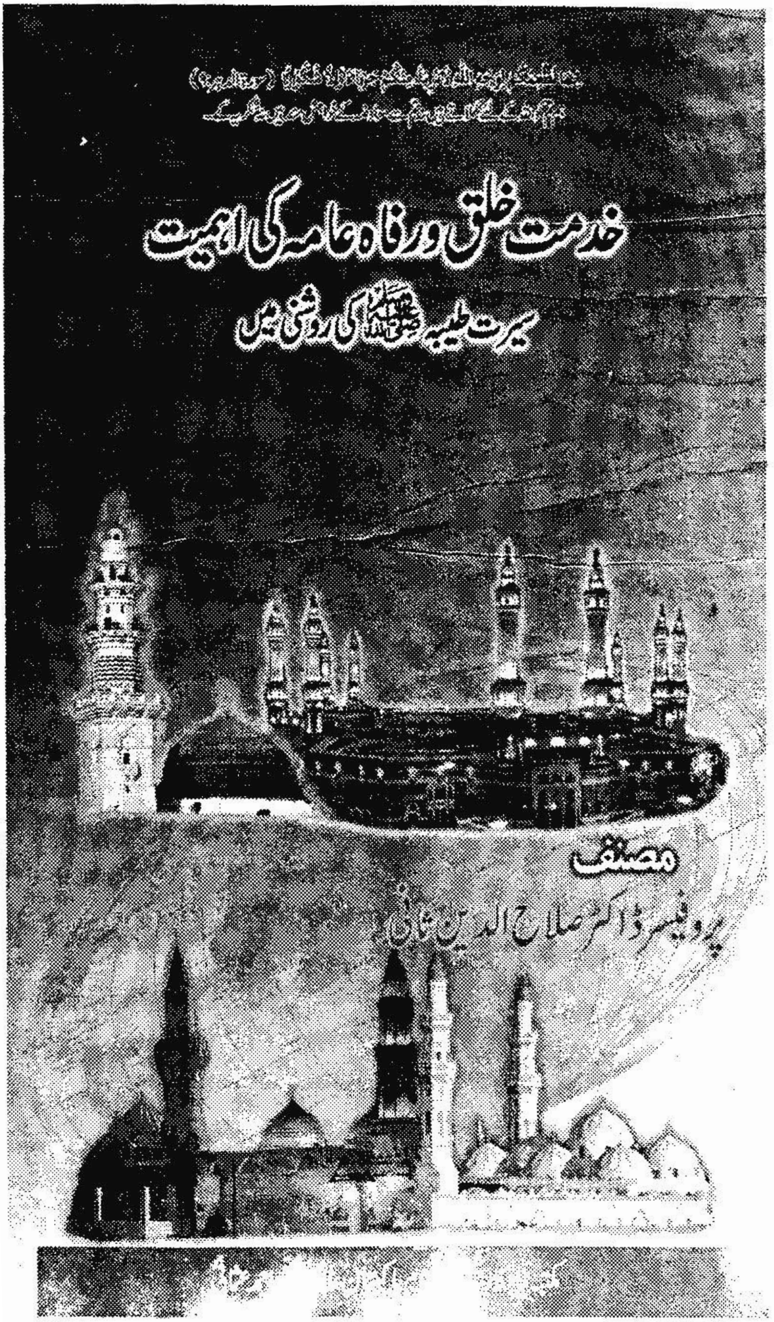
خدمت خلق ورفاہ عامہ کی اہمیت
سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں
مصنف
پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی